بل نضرب بالحق على الباطل فيدمغه فإذا هو زاهق

عمر صدیق حفظہ اللہ کی تقریر

"منہجِ اہلِ حدیث اور یزید بن معاویہ"

پر ایک نظر

عمر صدیق حفظ اللہ کی تقریر

"منہج اہلحدیث اور یزید بن معاویہ"

پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اورانکا خاندان بالخصوص یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی وجہ سے اسلام کے دعویداران تین گروہوں میں منقسم ہوئے ہیں:

1۔اہل السنہ والجماعۃ　　　2۔رافضی　　　3۔ناصبی

رافضیوں نے انکی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ناصبیوں نے غلو کیا ہے, جبکہ اہل السنہ والجماعہ نے ہمیشہ درمیان راہ اپنا کر حق کا ساتھ دیتے ہوئے حق کو حق اور باطل کو باطل کہا ہے۔ لیکن اس میانہ روی کے باوجود ہمیشہ سے ہی رافضیوں نے انہیں ناصبی اور ناصبیوں نے انہیں رافضی کہا ہے۔

یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سے متعلق اہل السنہ والجماعہ کا موقف نہایت ہی شفاف اور واضح ہے کہ ہم نہ تو اس سے محبت کرنا فرض جانتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے نہ تھا, اور نہ ہی اس پر سب وشتم اور لعن طعن کو جائز سمجھتے ہیں کہ یہ مؤمن کی شان نہیں, اور نہ ہی کسی بھی مؤمن پر لعن طعن کرنا شریعت اسلامیہ میں روا ہے۔ اور یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کا مؤمن ہونا کئی ایک دلائل سے ثابت ہے, جبکہ اسکے فاسق و فاجر ہونے کی کوئی ایک دلیل بھی معرض استدلال میں موجود نہیں ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ پر یاروں نے الزام تراشیاں بہت کی ہیں, مگر صد شکر کہ ان میں سے کوئی ایک الزام بھی ثابت نہ ہو سکا۔ جہاں تک بات ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے میدان کربلا میں انکے دور حکومت میں قتل ہونے کی, اور واقعہ حرہ کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قتل انکی رضامندی یا حکم سے ہوا, اور نہ ہی واقعہ حرہ میں ہونے والی کعبۃ اللہ کی بے حرمتی انکے اشارے سے ہوئی۔ صرف سوال یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے ذمہ داران کو انہوں نے سزا کیوں نہیں دی, تو ہم کہتے ہیں کہ سزا نہ دینے کے باوجود یزید بن معاویہ رحمہ اللہ حق پر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد کہ اس وقت موجود صحابہ وتابعین میں سے کسی نے بھی یزید بن معاویہ سے اس سانحہ کے ذمہ

داران کو سزا دینے کا مطالبہ نہیں کیا.....!۔ جبکہ سیدنا عثمان τ کے قاتلین کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے سیدنا علی τ سے نہ صرف مطالبہ کیا گیا بلکہ اسی خاطر ان سے جنگیں بھی ہوئیں اور انکی خلافت بلاد اسلامیہ کے چند شہروں سے باہر نہ پھیل سکی۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود سیدنا علی τ حق کے زیادہ قریب تھے, ہمارا یہ عقیدہ اس لیے ہے کہ اسکی طرف اشارہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔ تو اگر مطالبہ کے باوجود قاتلین عثمان τ کو سزا نہ دے کر بھی سیدنا علی τ حق کے زیادہ قریب ہو سکتے ہیں تو یزید رحمہ اللہ مطالبہ کے نہ ہوتے ہوئے بھی قاتلین حسین τ کو سزا نہ دے کر حق پر کیوں نہیں ہو سکتے...!

یزید بن معاویہ رحمہ اللہ پر طعن زنی رافضیوں یا نام نہاد سُنّیوں کی طرف تو ہم سنتے آئے تھے, لیکن اہل الحدیث کے سٹیج سے اس قسم کی ہفوات کی ہمیں کوئی توقع نہ تھی۔ کہ محض ایسے الزامات کی بنیاد پر جو ثابت بھی نہیں ہیں اس قدر ہرزہ سرائی کی جائے گی۔ اور اس بات کا تو تصور بھی نہ تھا کہ یہ کام ایسی شخصیت سرانجام دے گی جسکی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہے۔ بہرحال.... قدر اللہ وما شاء فعل... ماشاءاللہ کان وما لم یشأ لم یکن...!

ایسے الزامات جو یزید بن معاویہ رحمہ اللہ پر لگے ہیں اور ہمارے ممدوح نے ان پر زور وشور سے جلسہ منعقد فرمایا اور پھر شیروں کی سی پھنکار سے انہیں عوج ثریا کی بلندیوں سے تحت الثری پہنچانے کی سعی لاحاصل کی, اس سے کہیں زیادہ سنگین الزامات امام اہل الرائے, نعمان بن ثابت الکوفی المعروف ابو حنیفہ صاحب پر بھی ہیں, اور نہ صرف یہ کہ ان پر اتنے گھناؤنے الزامات ہیں بلکہ ان پر یہ الزامات باسند صحیح ثابت بھی ہیں, اور الزام لگانے والے بھی ایسے نہیں جیسے یزید پر الزام لگانے والے ہیں بلکہ یہ سب انہی کے دور کے یا انکے قریب قریب کے لوگ ہیں۔ تو کیا ہمارے ممدوح یہ پسند فرمائیں گے کہ جس طرح انہوں یزید بن معاویہ رحمہ اللہ پر جلسہ کیا ہے اسی طرح ابو حنیفہ صاحب پر بھی جلسہ منعقد فرمائیں اور بے شک اپنی طرف سے کوئی حاشیہ آرائی نہ کریں صرف وہی باتیں دہرا دیں جو محدثین نے انکے بارہ میں کہی ہیں یا صرف وہ ہی جن پر محدثین کا اتفاق ہے۔ مشتے از خروارے ہم چند مثالیں آپ کے سامنے

پیش کیے دیتے ہیں کیونکہ جس طرح یزیدبن معاویہ رحمہ اللہ کی مذمت میں بہت ساری باتیں کتابوں میں مل جاتی ہیں ٹھیک اسی طرح حنفیوں کے امام ، ابو حنیفہ کی مذمت میں بھی بہت ساری باتیں کتابوں میں موجود ہے,فرق صرف اتنا ہے کہ:

یزید رحمہ اللہ کی مذمت میں جوباتیں منقول ہیں وہ سب کی سب یا توجھوٹی من گھڑت ہیں یا بے بنیاد اوربے دلیل متاخرین کے اقوال ہیں ، جبکہ ابوحنیفہ کی مذمت میں جوباتیں ملتیں ہیں وہ سوفیصدی حق اور اورمضبوط دلائل و براہین کے ساتھ ہیں۔

اسی طرح یزید رحمہ اللہ کی مذمت میں صرف چند حوالے ملتے ہیں جبکہ ابوحنیفہ کی مذمت میں سلف کی پوری جماعت متفق ہے حتی کہ بعض صحیح روایات کے مطابق سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے۔

نیز یزیدرحمہ اللہ عظیم صحابی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں جبکہ ابوحنیفہ ایک گمراہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔

نیز یزید رحمہ اللہ کی فضیلت ومنقبت میں بعض صحیح احادیث و آثار بھی ملتے ہیں جبکہ ابوحنیفہ کی منقبت میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں بلکہ اس کے برعکس بعض صحیح احادیث کے عموم سے ابوحنیفہ کی مذمت ہی ثابت ہوئی۔

اگلی سطور میں ہم یزید اورابوحنیفہ دونوں کی مذمت میں وارد ہونے والی ان باتوں کا تذکرہ کریں گے جو ایک دوسرے سے مماثلت رکھتی ہیں ، انہیں پڑھ کر قارئین انصاف کریں کہ اگر ابوحنیفہ سے متعلق اس طرح کی صحیح و ثابت شدہ باتوں کو قبول نہیں کیا جاسکتا تو پھر یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سے متعلق اس طرح کی جھوٹی ومن گھڑت باتیں کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہیں۔

یزیدوابوحنیفہ اورقرآن

یزید اور قرآن:

بعض لوگ قران مجید کی آیت روشنی میں یزید پرلعنت کو روا سمجھتے ہیں اور اس ضمن میں امام احمدرحمہ اللہ کاقول بھی پیش کرتے ہیں ،حالانکہ امام احمدبن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب لعنت کا یہ قول ثابت ہی نہیں نیز مستدل آیت بھی لعنت کے جواز پردلالت نہیں کرتی جیساکہ شیخ الاسلام ابن تیمہ رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔

ایک صحیح روایت کے مطابق امام احمدبن حنبل رحمہ اللہ نے یزید کی مدینہ میں لوٹ مار کرنے کا بے بنیاد الزام لگایا تھا لیکن بعد میں اس سے رجوع کرلیا تھا اوریزید کو خیرالقرون کی فضلیت کا حامل بتلانے لگے تھے،جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ۔

ابوحنیفہ اورقرآن:

امام فسوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حدثنا أبو بكر بن خلاد قال سمعت عبد الرحمن بن مهدي قال: سمعت حماد بن زيد يقول سمعت أيوب يقول وذكر أبا حنيفة فقال: يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ

[المعرفة والتاريخ للفسوی :۷۸۵۲ واسنادہ صحیح متصل رجالہ ثقات]۔

امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ (متوفی :۱۳۱ھ) کے سامنے ابوحنیفہ کاذکرہوا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:(**يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ**) وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں۔[التوبة: 32]

بعض اور محدثین نے بھی قران مجید کی دیگر آیات کے حوالہ سے ابو حنیفہ کی مذمت کی ہے لیکن ہم صرف ایک ہی مثال پر اکتفاء کرتے ہیں۔

یزید وابو حنیفہ اور حدیث

یزید اور حدیث:

بعض لوگ یزید کی مذمت میں چند موضوع و من گھڑت روایات پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ کچھ صحیح روایات پیش کرتے ہیں لیکن استدلال درست نہیں ہوتا ، مثلاً بچوں کی امارت والی حدیث ،حالانکہ یزید بن معاویہ امارت سنبھالتے وقت بچے تھے ہی نہیں، واضح رہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والے لشکر کے لئے جنت کی بشارت دی ہے اور بخاری ہی میں ہے کہ مدینہ قیصر پر یزید کی امارت میں حملہ ہوا تھا ،بعض لوگوں کہتے ہیں یزید کے حملہ سے پہلے بھی حملہ ہوا لیکن یہ حملے صحیح سند سے منقول نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ یزید ہی کی امارت میں سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ ہوا۔

حدیث کے ساتھ بعض آثار بھی یزید کی مذمت میں پیش کئے جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک بھی صحابی سے یزید کی مذمت منقول نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کو صالح ونیک ترین قراردیا ہے

[أنساب الأشراف للبلاذري: 5/ 290 واسناده صحيح].

اسی طرح حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے یزید کے بارے کہا:

میں اس کے پاس جا چکا ہوں اوراس کے ساتھ قیام کر چکا ہوں ، اس دوران میں نے تو اسے نماز کا پابند، خیر کا متلاشی ، علم دین کا طالب ، اورسنت کا ہمیشہ پاسدار پایا ۔

[البداية والنهاية: 8/ 233؛ تاريخ الإسلام للذهبي ت تدمري 5/ 274 واسناده صحيح]۔

واضح رہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سن ساٹھ ہجری سے قبل فوت ہونے کی دعاء کرتے تھے اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ سن ساٹھ میں کوئی فتنہ ہو گا لیکن یہ فتنہ یزید کی طرف سے ہو گا یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا، اس کی تفصیل آگے اپنے مقام پر آ رہی ہے۔ کچھ مرفوع احادیث میں دور علی رضی اللہ عنہ کے فتنہ کی طرف اشارہ ملتا ہے ،لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان فتنوں کے ذمہ دار علی رضی اللہ عنہ ہیں ،فاف ھم-

اور رہا مسئلہ یہ کہ یزید کی بیعت کے وقت چند صحابہ نے اختلاف کیا تھا ، تو یاد رہے کہ ان کا اختلاف یزید سے نہیں تھا بلکہ اس آئین سے تھا کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ بنے،پھر آگے چل کر یہ اصول بن جائے ، اس لئے سدباب کے لئے محض اس آئین سے بعض صحابہ نے اختلاف کیا ،یاد رہے کہ ولیعہدی کی یہ تجویز پیش کرنے والے اور اسے عملی شکل دینے والے سب صحابہ ہی تھے ،اس لئے جن سے اختلاف کیا گیا وہ بھی صحابہ ہی تھے ،یزید کی شخصیت کا فی نفسہ اس اختلاف سے کوئی تعلق نہیں ،کسی بھی صحابی نے اس موقع پر یزید کے اخلاق و کردار کو موضوع بحث نہیں بنایا اورنہ یزید کی عدالت و صلاحیت سے انکارکیا،بلکہ اختلاف صرف آئین ولیعہدی سے تھا ، اور محض چندصحابہ کااختلاف وہ بھی یزید کی شخصیت سے نہیں بلکہ ولیعہدی کے آئین سے ،اس سے یزید پرکوئی حرف نہیں آتا ورنہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہیں ان سے تو صرف چندصحابہ نہیں بلکہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے مخالفت کی جن میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں ،اورمبشربالجنۃ صحابہ کرام بھی تھے، یہاں بھی اختلا ف علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے نہیں بلکہ بعض اصولوں سے تھاجن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ابوحنیفہ اور حدیث:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

لَتُنْقَضَنَّ عُرَى الإِسْلاَمِ عُرْوَةً عُرْوَةً [مسند أحمد 5/ 251 رقم 22513]-

یعنی ایک وقت آئے گا تم اسلام کی ایک ایک کڑی کو توڑو گے۔

بہت سے محدثین نے اس پیشین کامصداق ابوحنیفہ کوبتلایاہے ،مثلا:

وأخبرنا ابن رزق، قال: أخبرنا ابن سلم، قال: حدثنا الأبار، قال: حدثنا الحسن بن علي، قال: حدثنا أبو توبة، قال: حدثنا سلمة بن كلثوم، وكان من العابدين، ولم يكن في أصحاب الأوزاعي أهيأ منه، قال: قال الأوزاعي لما مات أبو حنيفة: الحمد لله إن كان لينقض الإسلام عروة عروة [تاريخ بغداد للخطيب. بشار: 15/ 548قال المحقق د،بشارعواد:اسناده حسن ،قلت: بل اسناده صحيح لاغبار عليه]

یعنی امام اوزاعی رحمہ اللہ جیسے بلند پایہ محدث وفقیہ کے سامنے جب ابوحنیفہ کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے کہا:یہ شخص اسلام کی ایک ایک کڑی کو توڑ رہا تھا ، اللہ کاشکر ہے مر گیا۔

نیز ابوحنیفہ اس حدیث کا بھی مصداق ہے جس میں ہے کہ عراق فتنوں کی سرزمین ہے وہاں شیطان کاسینگ نکلے گا ، اس حدیث میں شیطان کی سینگ کا اولین مصداق ابوحنیفہ ہے۔

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے ابوحنیفہ کو عمرفاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کا بھی مصداق بتلایاہے۔

أخبرنا إبراهيم بن مخلد المعدل، قال: حَدثنا محمد بن أَحمد بن إبراهيم الحكيمي، قال: حَدثنا القاسم بن المغيرة الجوهري، قال: حَدثنا مطرف أَبو مصعب الأصم، قَال: سُئِل مالك بن أنس عن قول عمر في العراق بها الداء العضال قال الهلكة في الدين ومنهم أَبو حنيفة

[تاريخ بغداد، مطبعة السعادة:ج۱۳ص۱۰۰ و اسناده صحيح]-

یعنی امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا کہ: عراق میں **''داء عضال''** مہلک بیماری ہے ،اس سے کیا مراد ہے؟ توامام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:اس سے دینی ہلاکت میں مبتلا ہونے والے مراد ہیں اورابوحنیفہ انہیں میں سے ہے۔

یزید اور آثار صحابہ:

یزید کی مذمت میں بعض صحابہ کرام کے آثار پیش کئے جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک بھی صحابی سے یزید کی مذمت منقول نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہا: **وإن ابنه يزيد لمن صالحي أهله فالزموا مجالسكم وأعطوا طاعتكم وبيعتكم.**

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ آپ کے خاندان کے نیک وصالح ترین شخص ہیں، اس لئے اے لوگو! اپنی اپنی جگہوں پر رہو اوران کی مکمل اطاعت کرکے ان کی بیعت کرلو۔

[أنساب الأشراف للبلاذري: 5/ 290 دکتور محمد بن ہادی الشیبانی نے اس کی سند کو حسن کہاہے دیکھئے: مواقف المعارضة في عهد يزيد بن معاوية :ص 164]-

اسی طرح حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں جب یہ محسوس کیا کہ کوفی ان کے قتل کے درپے ہیں تو آپ نے کہا:

فناشدهم الْحُسَيْن أن يسيروه إِلَى يزيد فيضع يده فِي يده فأبوا إِلا حكم ابْن زياد

حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے التجا کی کہ انہیں یزید بن معاویہ کے پاس لے چلیں تاکہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپناہاتھ دے دیں۔

[أنساب الأشراف للبلاذري: 3/ 173 واسناده صحيح على شرط مسلم]

اس موقع پر حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے پاس جانے کا مطالبہ صاف بتلاتا ہے کہ آپ کو یزید سے حسن سلوک اور نیکی ہی کی امید تھی بالفاظ دیگر حسین رضی اللہ عنہ کی نظر میں بھی یزید شخصیت مجروح نہیں تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سن ساٹھ ہجری سے قبل فوت ہونے کی دعاء کرتے تھے اس سے صرف یہ ثابت ہوتا کہ سن ساٹھ میں کوئی فتنہ ہو گا لیکن یہ فتنہ یزید کی طرف سے ہو گا یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا، کچھ مرفوع احادیث میں دور علی رضی اللہ عنہ کے فتنہ کی طرف اشارہ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان فتنوں کے ذمہ دار علی رضی اللہ عنہ ہیں، فافہم۔

یہ سچ ہے کہ یزید کی بیعت کے وقت صرف چند صحابہ نے اختلاف کیا تھا، لیکن ان کا اختلاف یزید سے نہیں تھا بلکہ اس آئین سے تھا کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ بنے، پھر آگے چل کر یہ اصول بن جائے، اس لئے سدباب کے لئے محض اس آئین سے بعض صحابہ نے اختلاف کیا، یاد رہے کہ ولیعہدی کی یہ تجویز پیش کرنے والے اور اسے عملی شکل دینے والے سب صحابہ ہی تھے، اس لئے جن سے اختلاف کیا گیا وہ بھی صحابہ ہی تھے، یزید کی شخصیت کا فی نفسہ اس اختلاف سے کوئی تعلق نہیں، کسی بھی صحابی نے اس موقع پر یزید کے اخلاق و کردار کو موضوع بحث نہیں بنایا اور نہ یزید کی عدالت وصلاحیت سے انکار کیا، بلکہ اختلاف صرف آئین ولیعہدی سے تھا، اور محض چند صحابہ کا اختلاف وہ بھی یزید کی شخصیت سے نہیں بلکہ ولیعہدی کے آئین سے، اس سے یزید پر کوئی حرف نہیں آتا اور نہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہیں ان سے تو صرف چند صحابہ نہیں بلکہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے مخالفت کی جن میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، اور مبشر بالجنہ صحابہ کرام بھی تھے، یہاں بھی اختلاف علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے نہیں بلکہ بعض اصولوں سے تھا جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ابو حنیفہ اور آثار صحابہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عراق میں "داء عضال" مہلک بیماری ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مصداق مدنی محدث امام مالک رحمہ اللہ نے ابو حنیفہ کو بتلایا ہے:

أخبرنا إبراهيم بن مخلد المعدل حدثنا محمد بن احمد بن إبراهيم الحكيمي حدثنا القاسم بن المغيرة الجوهري حدثنا مطرف أبو مصعب الأصم قال سئل مالك بن أنس عن قول عمر في العراق بها الداء العضال قال الهلكة في الدين ومنهم أبو حنيفة.

یعنی امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا کہ: عراق میں **"داء عضال"** مہلک بیماری ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے دینی ہلاکت میں مبتلا ہونے والے مراد ہیں اور ابو حنیفہ انہیں میں سے ہے۔

[تاريخ بغداد، مطبعة السعادة:ج١٣ ص١٠٠ و اسناده صحيح]

یزید اور ابو حنیفہ اور اتباع سنت

یزید اور اتباع سنت:

یزید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے سنت کی مخالفت کی لیکن یہ سب جھوٹ ہے اس کے برعکس صحیح سند سے ثابت ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن الحنفیہ نے یزید کا دفاع کرتے ہوئے کہا:

قد حضرته وأقمت عنده فرأيته مواضبا على الصلاة متحريا للخير يسأل عن الفقه ملازما للسنة

میں اس کے پاس جا چکا ہوں اور اس کے ساتھ قیام کر چکا ہوں، اس دوران میں نے تو اسے نماز کا پابند، خیر کا متلاشی، علم دین کا طالب، اور سنت کا ہمیشہ پاسدار پایا۔

[البداية والنهاية: 8/ 233، تاريخ الإسلام للذهبي ت تدمري 274 / 5، دکتور محمد بن ہادی الشیبانی نے بھی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: مواقف المعارضة في عهد يزيد بن معاوية :ص 384]

ابو حنیفہ اور اتباع سنت:

امام ابن عدي رحمه الله (المتوفى:365) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبد اللهِ بْنُ عَبد الحميد الواسطي، حَدَّثَنا ابْن أبي برة، قَالَ :سَمِعْتُ المؤمل يَقُول: سَمعتُ حَمَّاد بْن سَلَمَة يَقُول كَانَ أَبُو حنيفة شيطانا استقبل آثار رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يردها برأيه.

مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ شیطان تھا وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنی رائے سے رد کر دیا کرتا تھا۔

[الكامل في ضعفاء الرجال 8/ 239 واسناده صحيح وله طرق اخرى]

یزید وابو حنیفہ اور اکرم اہل بیت

یزید اور اکرام اہل بیت:

کہا جاتا ہے کہ یزید ناصبی تھا یعنی اہل بیت سے بغض رکھتا تھا حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے، اس بابت کوئی بھی صحیح روایت موجود نہیں بلکہ صحیح روایت یہ ملتی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں جب یہ محسوس کیا کہ کوفی ان کے قتل کے درپے ہیں تو آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا (کما مضی) اس موقع پر حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے پاس جانے کا مطالبہ صاف بتلاتا ہے کہ آپ کو یزید سے حسن سلوک اور نیکی ہی کی امید تھی۔

ابو حنیفہ اور اکرام اہل بیت:

اہل بیت تو در کنار ابو حنیفہ کے بارے میں محدثین کی متفقہ شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اپنے رائے قیاس کے سامنے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نہ صرف رد کر دیتے تھے بلکہ استہزاء بھی کرتے تھے، نیز ابو حنیفہ کی مجلس میں کبھی بھی اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے اہل بیت پر درود نہیں بھیجا جاتا تھا:

حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخُرَاسَانِيُّ، ثنا عَبْدَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ: «مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ مَجْلِسٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَجْلِسِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ كُنْتُ إِذَا شِئْتَ أَنْ تَرَاهُ مُصَلِّيًا رَأَيْتَهُ وَإِذَا شِئْتَ أَنْ تَرَاهُ فِي ذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ رَأَيْتَهُ، وَكُنْتَ إِذَا شِئْتَ أَنْ تَرَاهُ فِي الْغَامِضِ مِنَ الْفِقْهِ رَأَيْتَهُ، وَأَمَّا مَجْلِسٌ لَا أَعْلَمُ أَنِّي شَهِدْتُهُ صَلَّى فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ فَمَجْلِسُ» ثُمَّ سَكَتَ وَلَمْ يَذْكُرْ فَقَالَ: يَعْنِي مَجْلِسَ أَبِي حَنِيفَةَ

امام ابن المبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک روئے زمین کی تمام مجالس میں سب سے بہتر مجلس سفیان ثوری رحمہ اللہ کی مجلس تھی آپ چاہیں تو اس مجلس میں انہیں نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھ سکتے اور چاہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بھی دیکھ سکتے ہیں اور چاہیں تو علم وفقہ کی تعلیم دیتے ہوئے بھی دیکھ سکتے ہیں، لیکن ایسی مجلس کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درو بھیجا گیا ہو وہ مجلس۔۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہوگئے راوی کہتے ہیں کہ آپ کی مراد ابو حنیفہ کی مجلس تھی۔

[السنة لعبد الله بن أحمد: 1/ 214 اس کتاب کے محقق نے اس سند کو صحیح کہا ہے]۔

یزید وابو حنیفہ اور اکرام صحابہ

یزید اور اکرام صحابہ

یزید کے بارے میں یہ قطعا ثابت نہیں کہ اس نے کسی بھی صحابی کی توہین کی ہو یا کسی بھی صحابی کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کئے ہوں بلکہ تاریخی روایات میں ملتا ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ کے موقع پر جب دشمنوں نے صحابی رسول ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کی بے حرمتی کرنی چاہی تو یہ سنتے ہی یزید آگ بگولہ ہو گیا اور دشمن کو ایسا کرارا جواب دیا کہ وہ اپنا ارادہ بدل دیا۔

اس سے معلوم ہوتا کہ یزید کے دل میں صحابہ کرام کا کتنا احترام تھا نیز تمام صحابہ و تابعین نے یزید کی بیعت بھی کی اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یزید صحابہ کرام کا اکرام کرنے والا ہی تھا۔

رہی بات یہ کہ یزید کے عہد میں اہل مدینہ پر حملہ ہوا جس میں بعض صحابہ بھی شہید ہو گئے تو اول تو یزید نے صحابہ کرام کو شہید کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ فتنہ کے خاتمہ کا حکم دیا تھا دوم یہ سیاسی اختلاف کا نتیجہ تھا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یزید کے دل میں صحابہ کرام کا اکرام نہیں تھا، ورنہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہیں انہوں نے اہل جمل و اہل صفین پر حملہ کیا اور ان حملوں میں جس قدر صحابہ کرام کی شہادت بتلائی وہ عہد یزید میں شہید ہونے والے صحابہ سے درجنوں گنا زائد ہے تو کیا یہ کہہ دیا جائے کی علی رضی اللہ عنہ بھی نعوذ باللہ بعض صحابہ کا اکرام نہیں کرتے تھے۔

ابو حنیفہ اور اکرام صحابہ:

حدثني إبراهيم بن سعيد نا أبو توبة عن أبي إسحاق الفزاري قال كان أبو حنيفة يقول إيمان إبليس وإيمان أبي بكر الصديق رضي الله عنه واحد قال أبو بكر يا رب وقال إبليس يا رب.

[السنة لعبد الله بن أحمد: 1/ 219 ، قال محقق الكتاب محمد سعيد سالم القحطاني :اسناده صحيح]-

امام فزاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کا کہنا تھا کہ ابلیس کا ایمان اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان یکساں تھا ،ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اے میرے رب! اور ابلیس نے بھی کہا ہے کہ اے میرے رب!!

أخبرنا ابن رزق، أَخْبَرَنَا أَحْمَد بْن جعفر بْن سلم، حَدَّثَنَا أحمد بن علي الأبار، حدّثنا محمّد بن يحيى النّيسابوريّ- بنيسابور- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بن أبي الحجّاج ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: كُنْتُ بِمَكَّةَ- وَبِهَا أَبُو حَنِيفَةَ- فَأَتَيْتُهُ وَعِنْدَهُ نَفَرٌ، فَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ مَسْأَلَةٍ، فَأَجَابَ فِيهَا، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: فَمَا رِوَايَةٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ؟ قَالَ: ذَاكَ قَوْلُ شَيْطَانٍ. قَالَ: فَسَبَّحْتُ، فَقَالَ لِي رَجُلٌ: أَتَعْجَبُ؟ فَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ قَبْلَ هَذَا فَسَأَلَهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَهُ. قال: فَمَا رِوَايَةٌ رُوِيَتْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ» ؟ فَقَالَ: هَذَا سَجْعٌ. فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: هَذَا مَجْلِسٌ لا أَعُودُ فِيهِ أَبَدًا.

[تاريخ بغداد:13/ 388 ، السنة لعبد الله بن أحمد 1/ 226 واسناده صحيح]-

بخاری و مسلم کے ثقہ راوی عبد الوارث بن سعید بن ذکوان کہتے ہیں کہ: میں مکہ میں تھا اور وہاں ابو حنیفہ بھی تھے، تو میں بھی ان کے پاس آیا اس وقت وہاں اور لوگ بھی تھے، اسی بیچ ایک شخص نے ابو حنیفہ سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا ابو حنیفہ نے جواب دیا، جواب سن کر اس شخص نے کہا کہ پھر عمر بن الخطاب سے مروی روایت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں تو ابو حنیفہ نے کہا کہ یہ تو شیطان کی بات ہے، اس پر انہوں نے سبحان اللہ کہا، یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے؟؟؟ ارے ابھی اس سے پہلے بھی ایک صاحب نے سوال کیا تھا جس کا ابو حنیفہ نے جواب دیا تو سائل نے کہا کہ پھر آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ » ؟؟؟؟تو ابو حنیفہ نے کہا کہ یہ تو تک بندی ہے۔
یہ سب سن کر میں میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ایسی مجلس میں آئندہ کبھی نہیں آؤں گا۔

یزید وابو حنیفہ اور اکرام مکہ ومدینہ

یزید اور اکرام مکہ ومدینہ:

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اختلاف یزید سے تھا لیکن فی نفسہ یزید کی شخصیت سے نہیں تھا بلکہ اس آئین سے تھا کہ باپ کے بعد بیٹہ خلیفہ بنے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسی دستور کے مخالفت کی جس کے نتیجہ میں اہل شام نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف کاروائی کی تھی اور اسی دوران کعبہ جل گیا تھا بعض جھوٹی روایات میں آگ لگانے کی ذمہ داری اہل شام پر لگائی گئ جبکہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے اصول کے مطابق حسن لغیرہ درجہ کی روایات میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی کعبہ کے ارد گرد آگ جلارے رہے تھے اور ہوا کے جھونکوں سے آگ کعبہ تک پہنچ گئی اوراس کا کچھ حصہ جل گیا، یادرہے کہ اہل شام کو یہ کاروائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے معارضہ کی وجہ سے کرنی پڑی، اوردیگر اجلہ صحابہ نے بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اس معارضہ کی شدید مخالف کی چنانچہ:

صحابی رسول ابوبرزۃ الأسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا:

وَإِنْ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ وَاللَّهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا

اور وہ جو مکہ میں ہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما واللہ !وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں۔

[صحيح البخاري:كتاب الفتن: باب إذا قال عند قوم شيئا، ثم خرج فقال بخلافه ، رقم 7112]-

یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی صحیح سند کے ساتھ ہے اوراس کے اخیر میں ہے:

وَإِنَّ ذَاكَ الَّذِي بِمَكَّةَ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاللهِ إِنْ يُقَاتِلُ إِلَّا عَلَى الدُّنْيَا

اور وہ جو مکہ میں ہیں یعنی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑرہے ہیں۔

[مصنف ابن أبي شيبة: 7/ 449 واسناده صحيح]-

اسی طرح صحابی رسول عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

يَا ابْنَ الزُّبَيْرِ ، إِيَّاكَ وَالإِلْحَادَ فِي حَرَمِ اللهِ

اے ابن زبیر رضی اللہ عنہ! آپ حرم میں فساد والحاد سے بچیں۔

[مسند أحمد: 2/ 219 واسناده صحيح على شرط الشيخين]-

اسی طرح عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اقدام کی مذمت کی، اور بعض روایات کے مطابق توعبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اوران کے رفقاء کو باغی سمجھتے تھے اورافسوس کرتے تھے کہ میں نے ان سے قتال کیوں نہ کیا کیونکہ باغیوں کے خلاف لڑنے کا حکم ہے، یہ بات امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے، یاد رہے کہ جس کام کی تمناء عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کررہے تھے اہل شام نے وہی کام کیا تھا، نیز عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر کہا: **أَمَا وَاللهِ لَأُمَّةٌ أَنْتَ أَشَرُّهَا لَأُمَّةٌ خَيْرٌ**

[صحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم: باب ذكر كذاب ثقيف ومبيرها ، رقم 2545]-

اللہ کی قسم وہ امت کتنی بہتر ہے جس میں خطا کار لوگ بھی آپ جیسے ہوں۔

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ عنہ اپنے اقدام میں خطا کار تھے لیکن اس کے باوجود ان کے فضائل و محاسن بہت تھے، اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا اقدام گرچہ غیر محمود تھا لیکن ان کی نیت نیک تھی وہ باپ کے بعد بیٹے کے خلیفہ بننے کے مخالف تھے اور اس آئین کو بدلنا چاہتے تھے، لیکن انہیں کبار صحابہ اور جمہور امت کی حمایت حاصل نہ تھی اس لئے یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی جس پر ایک اجر کے مستحق ہیں۔

اہل مدینہ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے بخاری کی روایت کے مطابق عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی سخت مذمت کی، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جتنے بھی کبار صحابہ تھے کسی ایک نے بھی اہل مدینہ کا ساتھ نہ دیا۔

الغرض یہ کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ کا یزید کی مخالفت کرنا درست نہیں تھا اسی لئے کبار صحابہ نے اس کی مذمت کی، اور ان لوگوں کی یزید کی مخالفت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید برے تھے، ورنہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہیں گے ان کی مخالفت تو کبار صحابہ کی ایک جماعت نے کی تھی، اور اس مخالفت میں ان کے خلاف دو جنگیں، جنگ جمل اور جنگ صفین لڑیں۔

اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یزید کی مخالفت میں تو صرف چند لوگوں کے نام پیش کئے جاتے ہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت تو صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے کی جن میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور مبشر بالجنہ صحابہ کرام بھی تھے۔

اگر صحابہ کرام کی ایک جماعت بشمول ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرے اور ان کے خلاف لڑائی کرے، پھر بھی اس بنا پر ہم علی رضی اللہ عنہ کو ہدف تنقید نہیں بناتے تو گنتی کے چند لوگوں نے اگر یزید کی مخالفت کر دی تو اس بنا پر یزید کو مورد طعن بنانا کیونکر درست ہو گا؟؟؟؟!

ابو حنیفہ اور اکرام مکہ ومدینہ:

حَدَّثَنَا أبو بكر الحُمَيديّ ، حَدَّثَنَا حمزة بن الحارث مولى عُمَر بن الخطاب عن أبيه ، قَال : سَمِعْتُ رجلاً يسأل أبا حنيفة في المسجد الحرام عن رجل قال أشهد أن الكعبة حق ولكن لا أدري هي هذه أم لا ، فقَال : مؤمن حقًا. وسأله عن رجل قال أشهد أن محمدًا بن عبد الله نبي ولكن لا أدري هو الذي قبره بالمدينة أم لا. قَال : مؤمن حقًا ، قال أبو بكر الحُمَيديّ : ومن قال هذا فقد كفر.

حارث بن عمیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے مسجد حرام میں ایک آدمی کو ابو حنیفہ سے ایسے شخص کے بارے میں بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا جو کہے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ کعبہ حق ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ کعبہ یہی مسجد حرام والا ہے یا نہیں ؟ تو ابو حنیفہ نے جواب دیا: وہ سچا مؤمن ہے۔ پھر سائل نے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو کہے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ وہی ہیں جن کی قبر مدینہ میں ہے یا نہیں؟ تو ابو حنیفہ نے جواب دیا کہ: یہ بھی سچا مؤمن ہے۔ امام ابو بکر الحمیدی کہتے ہیں: جس نے ایسی بات کہی اس نے کفر کیا۔

[المعرفة والتاريخ للفسوي: 2/ 787 اس کی سند کو علامہ محدث مقبل بن هادی الوداعی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے: نشر الصحیفه: ص 327]

مدینہ سے متعلق خود احناف ابو حنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ ان کی نظر میں حرم نہیں ہے۔

یزید وابو حنیفہ کا ہم اگر موازنہ کرتے چلے جائیں تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ یزید کے مؤمن ومسلم ہونے اور حق پر ہونے پر سلف کا اجماع تھا جبکہ ابو حنیفہ کے گمراہ ہونے پر سلف کا اجماع تھا اور کوئی بھی اس بات کی مخالفت کرنیوالا نہ تھا۔

لیکن ہم ایسا کچھ اس لیے نہیں کرنا چاہتے کہ یہ فی الحال ہمارا موضوع نہیں ہے, صرف اپنے ممدوح کو یہ واضح کرنے کی غرض سے دیگ کے چند چاول چکھوائے ہیں کہ جو سلوک آپ یزید کے ساتھ کر رہے ہیں, اسی سلوک بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر "اعلی" سلوک کے مستحق امام اہل الرائے ابو حنیفہ صاحب بنتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان سے صرف نظر اور یزید علیہ الرحمہ پہ اتنا نزلہ ؟!

کہیں جماعت اہل الحدیث میں ہی پھوٹ ڈلوانے کی سازش تو نہیں ہو رہی ؟ اور کہیں آپ نہ جانتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس سازش کا آلہ کار تو نہیں بن رہے ؟؟؟

آپ کی اس روش پر ہم اس لیے تنبیہ کر رہے ہیں کہ یار لوگ رطب اللساں ہیں کہ آپ صرف شہرت چاہتے ہیں وہ جیسے کیسے بھی ملے, لیکن ہم آپکا دفاع کرتے کرتے اور انہیں چپ کرواتے کرواتے, مجبورا یہ چند الفاظ سپرد قلب قرطاس کر رہے ہیں کہ ان زبانوں کو گنگ کرنے میں ہمارا ساتھ دیں, اور سلف کے منہج اور مسلک اہل الحدیث امتیازی اوصاف کو اپنائے رکھیں۔ اللہ آپکا اور ہمارا حامی وناصر ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

أخوکم:

ابو عمر صدیق تابش علی عثمانی

تمہید

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلا تَمُوتُنَّ إِلا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ، وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ، يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ، وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ؛ امابعد!

الشیخ عمر صدیق حفظ اہل سنۃ والجماعت اہلحدیث کے مشہور مناظر اور خطیب ہیں اور ان کی خدمات مسلک اہل حدیث کے لیے لازوال ہیں۔ اللہ شیخ کی حفاظت فرمائے اور انہیں دین اسلام و اہل سنت والجماعت کی اور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سب سے پہلے ہم اس بات کو واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس مضمون کا مقصد الشیخ عمر صدیق حفظ اللہ پر تنقید نہیں بلکہ ان کے سامنے اپنے شبہات کو پیش کرنا ہے جو ان کی تقریر **"منہج اہلحدیث اور یزید بن معاویہ"** سے پیدا ہوئے, شیخ کا علمی مقام ہم سے بہت بلند ہیں۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا: **مامن أحد إلا يؤخذ من قوله ويرد إلا قول صاحب هذا القبر**

(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۵۴، سلسلۃ الصحیحۃ للألبانی تحت رقم: ۵۲۰)

کسی بھی (فقیہ یا عالم) کی بات کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے سوائے اس قبر والے کی بات کے (اور رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ فرمایا)۔

لہذا شیخ عمر صدیق حفظ اللہ کی تقریر کو سننے کے بعد ہمارے دل میں کچھ شبہات پیدا ہوئے جن کو ہم ان کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ سب سے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ ان شبہات کو پیش کرنے میں کچھ اہل علم کی تحقیقات سے استفادہ کیا گیا ہے اور اسناد کی تحقیق میں ان کے اقتباسات کو نقل کر

دیا گیا ہے۔ لیکن تمام حوالہ جات جو انہوں نے بیان کیے ان کو اصل کتب سے تصدیق کے بعد ہی ان کے اقتباسات کو نقل کیا گیا ہے ۔

یاد رہے ہم بالترتیب حافظ صاحب کی تقریر سے پہلے ان کے بیان کا کچھ حصہ ویڈیو میں موجود وقت کے ساتھ پیش کریں گے اس کے بعد اس پر ممکنہ جواب یا اعتراض پیش کریں گے۔ ہمرے پاس جو ویڈیو موجود ہے وہ YouTube سے لی گئی ہے، جس کا لنک یہ ہے:

http://www.youtube.com/watch?v=7V2RNv6ufVQ

ہم نے طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ تقریر کا جو حصہ ہمیں غیر ضروری لگا ہے اسے طوالت کے ڈر سے پیش نہیں کیا گیا ۔ صرف ان مقامات پر حافظ صاحب کا بیان نقل کر دیا ہے جس کا جواب دینا ضروری معلوم ہوا یا یہ سمجھ لیں کہ جس پر ہمیں باقی تقریر سے قدرے زیادہ اعتراض ہے۔ ویسے تو پوری تقریر ہی کسی نہ کسی حد تک قابلِ اعتراض ہے لیکن ہم نے یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ مضمون تحریر کیا ہے۔

تقریر کے شروع میں شیخ عمر صدیق حفظ اللہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مناقب پر جو کچھ کہا ہمیں اس سے بالکل اتفاق ہے۔ الحمد للہ۔ یہ حقیقت ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ طور شہید کیا گیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے محبوب بیٹے ہیں۔ اللہ ہمیں جنت میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی رفاقت نصیب فرمائے آمین۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

حسینؓ کے قاتل کون تھے؟

بوقت 09:21 حافظ صاحب نے کہا: دو روایتیں ہیں ایک سیدنا عبد اللہ ابن عمرؓ سے، عراقی نے سوال کیا مچھر کے قتل کے بارے میں فرماتے ہیں نبی (ﷺ) کا بیٹا مار دیا تب تو کسی سے پوچھا نہیں اور مچھر مارنے کے بارے میں پوچھتے پھرتے ہو۔ دوسری روایت ام المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے کہ یہ عراقی قاتل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بھی مانتے ہیں کہ حسینؓ کے قاتل عراقی یعنی اہل کوفہ ہیں لیکن تقریر کے شروع میں یہ اقرار کر لینے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حافظ صاحب کو اپنی یہ بات بھول گئی اس لیئے باقی ماندہ تقریر میں صرف اس بات پر زور صرف کرتے رہے کہ حسینؓ کا قاتل یزید ہی ہے۔ حالانکہ اہل سنۃ و شیعہ دونوں کتب اس بات پر شاہد ہیں کہ حسینؓ کے قاتل اہل کوفہ ہی تھے جنھوں نے خطوط لکھ کر آپکو کوفہ بلایا تھا اور بعد ازاں دھوکے سے شہید کر دیا۔ اس طرح حافظ صاحب کی تقریر شروع ہی سے تضاد کا شکار ہو گئی ہے کیونکہ شروع میں کہا کہ عراقی قاتل ہیں اور باقی پوری تقریر میں قتلِ حسینؓ کی ساری ذمہ داری یزید پر ڈال دی۔

لہٰذا اگر عراقیوں نے شہید کیا تو یزید پر الزام لگانا غلط ہے۔ عراقیوں پر صحیح ہو گا۔ ورنہ شیخ کی بات میں تناقض ہے۔

کیا یزید نے قتلِ حسینؓ کا حکم دیا تھا؟

بوقت 11:32 حافظ صاحب کہتے ہیں: کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ یزید قتلِ حسینؓ سے بری ہے اور اپنے اس موقف پر وہ کچھ چیزیں پیش کرتے ہیں۔

شائد حافظ صاحب کی نظر سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ کلام نہیں گزرا جو انہوں نے فرمایا:

إِنَّ يَزِيدَ لَمْ يَأْمُرْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ النَّقْلِ، وَلَكِنْ كَتَبَ إِلَى ابْنِ زِيَادٍ أَنْ يَمْنَعَهُ عَنْ وِلَايَةِ الْعِرَاقِ

(منهاج السنة جلد 4ص472)

تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یزید بن معاویہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا البتہ اس نے زیاد کی طرف یہ ضرور لکھا کہ وہ آپ کو عراق کی امارت سے روکے۔

لہذا شیخ عمر صدیق اگر اپنے اس بیان سے کسی کو مطعون کرنا چاہتے ہیں تو یہ طعن تو سیدھا سیدھا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تک جائے گا۔

کیا محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کی یزید کی تعریف کرنا گپ ہے؟

بوقت 11:32 حافظ صاحب کہتے ہیں: کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ یزید قتلِ حسینؓ سے بری ہے اور اپنے اس موقف پر وہ کچھ چیزیں پیش کرتے ہیں۔ پہلی چیز۔۔ کہ محمد بن حنفیہ جو حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں انہوں نے یزید کی تعریف کی ہے۔۔ یہ بات بالکل گپ ہے۔ محمد بن حنفیہ کا بھائی حسین مظلوم شہید کر دیا جائے۔ اس کے سر کو تخت پر ڈال کر پھرایا جائے، گھمایا جائے اور قاتل اس کے چہرے کی توہین کرے، وہ چہرہ جس چہرے کو میرے پیغمبر (ﷺ) نے بوسوں سے مزئین کیا۔۔ لکڑیاں مارتا تھا ظالم اس پہ۔ حضرات یہ کبھی نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم ہے کبھی نہیں ہو سکتا کہ محمد بن حنفیہ کبھی تعریف کریں۔

حالانکہ یہ گپ نہیں ہے بلکہ یہ بات امام ذھبی رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی 774) نے امام مدائنی کی روایت مع سند نقل کرتے ہوئے کہا:

وقد رواه أبو الحسن علی بن محمد بن عبد الله بن أبی سیف المدائنی عن صخر بن جویریة عن نافع -------- ولما رجع أهل المدینة من عند یزید مشی عبد الله بن مطیع وأصحابه إلی محمد بن الحنفیة فأرادوه علی خلع یزید فأبی علیهم فقال ابن مطیع إن یزید یشرب الخمر ویترك الصلاة ویتعدی حکم الکتاب فقال لهم ما رأیت منه ما تذکرون وقد حضرته وأقمت عنده فرأیته مواضبا علی الصلاة متحریا للخیر یسأل عن

الفقه ملازما للسنة قالوا فان ذلك كان منه تصنعا لك فقال وما الذى خاف منى أو رجا حتى يظهر إلى الخشوع أفأطلعكم على ما تذكرون من شرب الخمر فلئن كان أطلعكم على ذلك إنكم لشركاؤه وإن لم يطلعكم فما يحل لكم أن تشهدوا بما لم تعلموا قالوا إنه عندنا لحق وإن لم يكن رأيناه فقال لهم أبى الله ذلك على أهل الشهادة فقال : ’’ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ‘‘ ولست من أمركم فى شىء قالوا فلعلك تكره أن يتولى الأمر غيرك فنحن نوليك أمرنا قال ما أستحل القتال على ما تريدوننى عليه تابعا ولا متبوعا قالوا فقد قاتلت مع أبيك قال جيئونى بمثل أبى أقاتل على مثل ما قاتل عليه فقالوا فمر ابنيك أبا القاسم والقاسم بالقتال معنا قال لو أمرتهما قاتلت قالوا فقم معنا مقاما تحض الناس فيه على القتال قال سبحان الله آمر الناس بما لا أفعله ولا أرضاه إذا ما نصحت لله فى عباده قالوا إذا نكرهك قال إذا آمر الناس بتقوى الله ولا يرضون المخلوق بسخط الخالق (البداية والنهاية: 8/ 233)

امام ذهبي رحمه الله (المتوفى 748) رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو مع سند نقل کرتے ہوئے کہا:

وَزَادَ فِيهِ الْمَدَائِنِيُّ، عَنْ صَخْرٍ، عَنْ نَافِعٍ: فَمَشَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُطِيعٍ وَأَصْحَابُهُ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، فَأَرَادُوهُ عَلَى خَلْعِ يَزِيدَ، فَأَبَى، وَقَالَ ابْنُ مُطِيعٍ: إِنَّ يَزِيدَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ، وَيَتْرُكُ الصَّلاةَ، وَيَتَعَدَّى حُكْمَ الْكِتَابِ، قَالَ:مَا رَأَيْتُ مِنْهُ مَا تَذْكُرُونَ، وَقَدْ أَقَمْتُ عِنْدَهُ، فَرَأَيْتُهُ مُوَاظِبًا لِلصَّلاةِ، مُتَحَرِيًّا لِلْخَيْرِ، يَسْأَلُ عَنِ الْفِقْهِ

[تاريخ الإسلام للذهبي ت تدمري 5/ 274]

جب اہل مدینہ یزید کے پاس سے واپس آئے تو عبد اللہ بن مطیع اوران کے ساتھی محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ یزید کی بیعت توڑدیں لیکن محمد بن حنفیہ نے ان کی اس بات سے انکار کر دیا، تو عبد اللہ بن مطیع نے کہا: یزید شراب پیتا ہے، نمازیں چھوڑ تا ہے کتاب اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر تا ہے۔ تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ میں نے تو اس کے اندر ایسا کچھ نہیں دیکھا جیسا تم کہہ رہے ہو، جبکہ میں اس کے پاس جاچکا ہوں اور اس کے ساتھ قیام کر چکا ہوں، اس دوران میں نے تو اسے نماز کا پابند، خیر کا متلاشی، علم دین کا طالب، اور سنت کا ہمیشہ پاسدار پایا۔ تو لوگوں نے کہا کہ یزید ایسا آپ کو دکھانے کے لئے کر رہا تھا، تو محمد بن حنفیہ نے کہا: اسے مجھ سے کیا خوف تھا یا مجھ سے کیا چاہتا تھا کہ اسے میرے سامنے نیکی ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آتی؟؟ کیا تم لوگ شراب پینے کی جو بات کرتے ہو اس بات سے خود یزید نے تمہیں آگاہ کیا؟ اگر ایسا ہے تو تم سب بھی اس کے گناہ میں شریک ہو، اور اگر خود یزید نے تمہیں یہ سب نہیں بتایا ہے تو تمہارے لئے جائز نہیں کہ ایسی بات کی گواہی دو جس کا تمہیں علم ہی نہیں۔ لوگوں نے کہا: یہ بات ہمارے نزدیک سچ ہے اگرچہ ہم نے نہیں دیکھا ہے، تو محمد بن حنفیہ نے کہا: اللہ تعالی اس طرح کی گواہی تسلیم نہیں کر تا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: "جو حق بات کی گواہی دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو"، لہذا میں تمہاری ان سرگرمیوں میں کوئی شرکت نہیں کر سکتا، تو انہوں نے کہا کہ شاید آپ یہ ناپسند کرتے ہیں کہ آپ کے علاوہ کوئی اور امیر بن جائے تو ہم آپ ہی کو اپنا امیر بناتے ہیں، تو محمد بن حنفیہ نے کہا: تم جس چیز پر قتال کر رہے ہو میں تو اس کو سرے سے جائز ہی نہیں سمجھتا: مجھے کسی کے پیچھے لگنے یا لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کی ضرورت ہی کیا ہے، لوگوں نے کہا: آپ تو اپنے والد کے ساتھ لڑائی لڑ چکے ہیں؟ تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر میرے والد جیسا شخص اور انہوں نے جن کے ساتھ جنگ کی ہے ایسے لوگ لیکر تو آؤ! وہ کہنے لگے آپ اپنے صاحبزادوں قاسم اور اورابوالقاسم ہی کو ہمارے ساتھ لڑائی کی اجازت دے دیں، محمد بن حنفیہ نے کہا: میں اگر ان کو اس طرح کا حکم دوں تو خود نہ تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ لوگوں نے کہا: اچھا آپ صرف ہمارے ساتھ چل کر لوگوں کو لڑائی پر تیار کریں، محمد بن حنفیہ نے کہا: سبحان اللہ! جس بات کو میں خود ناپسند کرتا ہوں اور اس

سے مجتنب ہوں، لوگوں کو اس کا حکم کیسے دوں ؟ اگر میں ایسا کروں تو میں اللہ کے معاملوں میں اس کے بندوں کا خیر خواہ نہیں بد خواہ ہوں۔ وہ کہنے لگے پھر ہم آپ کو مجبور کریں گے، محمد بن حنفیہ نے کہا میں اس وقت بھی لوگوں سے یہی کہوں گا کہ اللہ سے ڈرو اور مخلوق کی رضا کے لئے خالق کو ناراض نہ کرو۔

اس روایت کو بیان کرنے والے المدائنی بالاتفاق صاحب تصنیف اور ثقہ تھے۔

العلامة الحافظ الصادق أبو الحسن علي بن محمد بن عبد الله بن أبي سيف المدائني الأخباري . نزل بغداد، وصنف التصانيف.

قال أحمد بن أبي خيثمة : كان أبي، ومصعب الزبيري، ويحيى بن معين يجلسون بالعشيات على باب مصعب، فمر رجل ليلة على حمار فاره، وبزة حسنة، فسلم، وخص بمسألته يحيى بن معين، فقال له يحيى : يا أبا الحسن، إلى أين ؟ قال : إلى هذا الكريم الذي يملأ كمي دنانير ودراهم، إسحاق بن إبراهيم الموصلي . فلما ولى، قال يحيى : ثقة ثقة ثقة . فسألت أبي : من هذا ؟ قال : هذا المدائني.

تنبیہ۔ جب یہ روایت پیش کی گئی تو حافظ صاحب کی طرف سے ان کے بھائیوں نے فیس بک پر یہ جواب دیا کہ اس کی اصل موجود نہیں ہے یعنی امام ذھبی اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے مدائنی کی کس کتاب سے نقل کیا ؟ لیکن یہ اصول حافظ صاحب کے اپنے خلاف ہے کیونکہ حافظ صاحب نے آگے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ایک شخص کے یزید کو امیر المومنین کہنے پر 20 کوڑے مارنے کی روایت بیان کی ہے۔ اس کی ایک علت بھی یہی ہے کہ اس کی اصل اور مکمل سند نامعلوم ہے۔ لہذا اصول ایک ہونا چاہئے۔ اگر حافظ صاحب کے نزدیک یہ اس وجہ سے ضعیف ہے تو پھر وہ بیان کرنا مناسب نہ تھا اور یہ اپنے اصولوں سے ناانصافی ہے۔

اس کے علاوہ جو آپ نے یہ کہا: "محمد بن حنفیہ کا بھائی حسین مظلوم شہید کر دیا جائے۔ اس کے سر کو تخت پر ڈال کر پھرایا جائے، گھمایا جائے اور قاتل اس کے چہرے کی توہین کرے"

حسینؓ کا سر تخت پر ڈال کر گھمایا اور پھرایا کب گیا تھا؟ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے ایسا کیا تھا؟ اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ اور جب یہ کہا کہ اور قاتل اس کے چہرے کی توہین کرے تو اس سے ایک بار پھر شیخ کا موقف تضاد کا شکار ہو گیا ہے کیونکہ حسینؓ کے چہرے کی توہین کرنا یزید سے ثابت ہی نہیں ہے۔

کیا یزید حدیث قسطنطنیہ کا مصداق ہے؟

بوقت 16:10 کہا: لیکن جب نبی پاک (ﷺ) نے کہ دیا اوّل جيش من امتي يغزو مدينة قيصر مغفور لهم بخاری کتاب الجہاد۔۔ میں یہ روایت موجود ہے۔ تو یزید جو ہے یہ اس کا مصداق ہے کیونکہ صحیح بخاری کا جو درسی نسخہ ہے، پہلی جلد ص نمبر 158 اور کتاب کی دائیں طرف نصف سے کچھ نیچے، وہاں پر یہ روایت موجود ہے کہ جب ابو یوب انصاری فوت ہوئے تو قسطنطنیہ پر یزید بن معاویہ امیر تھا۔ **بس یہ روایت لی اور جو ناصبیت کے "چیمپیئن" ہیں وہ کہتے ہیں یزید جنتی یزید جنتی یزید جنتی یزید جنتی (چار بار دہرایا)۔**

لشکر قسطنطنیہ اور اوّل جیش کی بحث کو ہم چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اس میں علماء کا اختلاف موجود ہے۔ لیکن حافظ صاحب نے اس حدیث کے مطابق یزید کو جنتی اور جیش مغفور لھم کا مصداق ماننے والوں کو "ناصبیت کا چیمپیئن" بنا دیا ہے جو سراسر ظلم اور ناانصافی ہے کیونکہ یزید کو اوّل جیش میں ماننے والوں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر، علامہ قسطلانی، امام ابن کثیر سمیت موجودہ و سابقہ دور کے کئی علماء اہلحدیث ہیں۔

فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے:

"محقق علماء نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کی وجہ سے یزید کو جنّت کا مستحق قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں **اوّل جيش من امتي يغزو مدينة قيصر مغفور لهم** (صحیح بخاری ص ۴۱۰ ج ۱)"

(فتاویٰ علمائے حدیث ج 10 ص 47)

یعنی ان علماء اہلحدیث سمیت امام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر وغیرہ کو عمر صدیق صاحب نے "ناصبیت کا چیمپیئن" قرار دے دیا ہے۔(العیاذ باللہ)

بوقت 23:36 کہا: حضرات!! اب کہتے ہیں ہمارے پاس بڑی ایک مضبوط دلیل ہے۔۔بڑی پکی کیا دلیل ہے؟ کہ صحابہ نے یزید کی بیعت کی تھی۔ یہ جو "چیمپیئن" ہیں نایزیدیت کے۔۔یہ "چیمپیئن" کہتے ہیں کہ صحابہ نے یزید کی بیعت کی تھی۔ میں نے کہا آپ کا جو آئڈینٹی کارڈ ہے، شناختی کارڈ ہے۔ بنواتے ہوئے آپ حلف دیتے ہیں کہ پاکستان کے آئین کی پاسداری کروں گا۔ اس آئین کی پاسداری کے مطابق دو کروڑ اہلحدیث، شیوخ الحدیث، استاذ الحدیث، کتابا، علماء، زرداری کو صدر مانتے ہو، نتیجہ یہ نکلا کہ شیوخ الحدیث زرداری کو صدر مانتے ہیں لہٰذا زرداری صاحب بڑے ہی افضل بندے ہیں۔ یہ امیر المومنین ہیں۔۔۔یہ تو نتیجہ نہیں نکلے گا۔

یہاں حافظ صاحب نے "جمہوریت" کے کفریہ وشرکیہ نظام اور "خلافتِ اسلامیہ" کو ایک نظام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ خلیفۃ المسلمین کی "بیعت" کو "شناختی کارڈ" سے تشبیہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پاکستانی آئین کی پاسداری اور "خلیفۃ المسلمین" کی اطاعت برابر ہے۔ حالانکہ ادنیٰ سا طالبعلم بھی اس بات سے واقف ہے کہ اسلامی نظامِ خلافت اور "جمہوریت" کے صدارتی نظام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کوئی بھی شناختی کارڈ بنوانے کے بعد یہ نہیں کہتا کہ آج میں نے صدر زرداری کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔۔ ہو سکتا ہے حافظ صاب نے زرداری کی بیعت کر رکھی ہو لیکن عوام میں سے کوئی اس کا قائل نہیں۔ جس آئین کی مثال دی جارہی ہے اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں کہ جب دل چاہا اسے اپنی مرضی کے مطابق ترامیم کے ذریعے آئے دن بدل دیا جاتا ہے۔ لیکن خلافتِ اسلامیہ کے ساتھ یہ معاملہ نہیں۔ اس لیئے حافظ صاحب کی یہ غلط فہمی ہے کہ نامزد اور تسلیم شدہ "خلیفہ" اور ووٹنگ اور الیکشن کے دھاندلی زدہ

نظام کے ذریعے بننے والا "صدر" برابر ہے۔ اس لیئے موصوف کی یہ مثال اور تشبیہ باطل و مردود ہے۔ اور آگے چل کر یزید کی خلافت کو "جعلی بادشاہت" بھی کہا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حافظ صاحب خود تذبذب کا شکار ہیں کہ آیا یزید "خلیفہ" تھا یا "بادشاہ" یا "صدر مملکت"۔

بوقت 24:36 کہا: "حضرات آیئے صحیح بخاری کتاب التفسیر میں مروان آیا عبدالرحمن بن ابی بکر کو کہتا ہے یزید کی بیعت۔۔ فرماتے ہیں "أَھِرْقَلِیَّة" اوبہ جعلی بادشاہت، کیا کہا "جعلی بادشاہت"۔۔ مروان کہتا ہے "خذوہ" گرفتار کر لو۔ سپاہی پیچھے، عبدالرحمن بن ابی بکر جلیل القدر صحابی ہیں۔ سیدہ عائشہ کے گھر پناہ لی اور مروان نے قرآن کی آیت ان کے خلاف پڑھی۔ یہ روایت بخاری کتاب التفسیر میں ہے۔۔ یہ تیرے خلاف قرآن میں آیت موجود ہے۔ سیدہ عائشہ اندر سے بولیں آلِ ابی بکر کے بارے میں، قرآن میں ہمارے خلاف کوئی آیت موجود نہیں۔ قرآن میں ہمارے حق میں ہے، ہمارے خلاف نہیں ہے۔ (نعرہ لگا کے)

یہاں حافظ صاحب نے صحیح بخاری کتاب التفسیر کا حوالہ دیا لیکن روایت دوسری بیان کر دی۔ شیخ نے صحیح بخاری کا سہواً حوالہ دیتے ہوئے عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا کہ انہوں نے کہا **أَھِرَقْلِیَّة** یعنی جعلی بادشاہت۔ حالانکہ یہ الفاظ صحیح بخاری میں موجود نہیں ہیں بلکہ یہ تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن کثیر کے الفاظ ہیں۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ اس طرح ہے۔

حدثنا موسىٰ بن إسماعيل حدثنا أبو عوانة عن أبي بشر عن يوسف بن ماهک قال كان مروان على الحجاز استعمله معاوية فخطب فجعل يذكر يزيد بن معاوية لكي يبايع له بعد أبيه فقال له عبد الرحمن بن أبي بكر شيئا فقال خذوه فدخل بيت عائشة فلم يقدروا فقال مروان إن هذا الذي أنزل الله فيه والذي قال لوالديه أف لكما أتعدانني فقالت عائشة من وراء الحجاب ما أنزل الله فينا شيئا من القرآن إلا أن الله أنزل عذري

موسی بن اسماعیل، ابو عوانہ، ابو بشر، یوسف بن ماہک سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ مروان حجاز کا حاکم تھا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کیا تھا اس نے خطبہ پڑھا تو یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تا کہ (معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد اس کی بیعت کی جائے تو عبدالرحمن بن ابی بکر نے اس سے کچھ کہا، مروان نے کہا ان کو پکڑ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں گھس گئے اور یہ لوگ انہیں نہ پکڑ سکے مروان نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت **(وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ الخ-** (46- الأحقاف : 17) نازل فرمائی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردے کے پیچھے سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق کوئی آیت نازل نہیں فرمائی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں نازل فرمائی۔

جبکہ یہ الفاظ جس پر حافظ صاحب نے یہ نعرہ بڑے زور دے کر مارا تھا " أَهِرَقْلِيَّة " تفسیر ابن ابی حاتم میں موجود ہے جس کی سند ضعیف ہے۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں یہ روایت اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاءِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الميني قَالَ: إِنِّي لَفِي الْمَسْجِدِ حِينَ خَطَبَ مَرْوَانُ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ أَرَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي يَزِيدَ رَأْيًا حَسَنًا، وَإِنْ يَسْتَخْلِفَهُ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: أَهِرَقْلِيَّة ؟! إِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَاللهِ مَا جَعَلَهَا فِي أَحَدٍ مِنْ وَلَدِهِ، وَلا أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلا جَعَلَهَا مُعَاوِيَةُ فِي وَلَدِهِ إِلا رَحْمَةً وَكَرَامَةً لِوَلِدِهِ. فَقَالَ مَرْوَانُ: أَلَسْتَ الَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ: أُفٍّ لَكُمَا؟

فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَلَسْتَ ابْنُ اللَّعِينُ الَّذِي لَعَنَ رَسُولُ اللهِ- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَبَاكَ. قَالَ: وَسَمِعَتْهُمَا عَائِشَةُ فَقَالَتْ: يَا مَرْوَانُ، أَنْتَ الْقَائِلُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ كَذَا وَكَذَا؟

كَذَبْتُ، مَا فِيهِ نَزَلَتْ، وَلَكِنْ نَزَلَتْ فِي فُلانِ بْنِ فُلانٍ. ثُمَّ انْتَحَبَ مَرْوَانُ، ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ حَتَّى أَتَى بَابَ حُجْرَتِهَا فَجَعَلَ يُكَلِّمُهَا حَتَّى انْصَرَفَ

(تفسير ابن ابى حاتم سورة الاحقاف آيت نمبر 17)-

اس کی سند ضعیف ہے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا۔

(دیکھیں، تفسیر ابن کثیر مترجم بتحقیق و نظر ثانی زبیر علی زئی رحمہ اللہ۔مکتبہ اسلامیہ)۔

لہٰذا ان الفاظ پر صحیح بخاری کا حوالہ دینا حافظ صاحب کا وہم اور سہو ہے۔اگر ہمیں حافظ صاحب پر حسن ظن اور یقین نہ ہوتا تو ہم اسے علمی خیانت قرار دیتے۔اوّل اس روایت کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔دوسرا اس سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی طعن آتا ہے کیونکہ یزید کی بیعت کا حکم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہی آیا تھا۔

بوقت 37:27 کہا: مدینہ پر حملہ ہوا700 صحابہ کرام کو قتل کروایا اس ظالم نے اللہ کی قسم تین دن تک پیغمبر کی مسجد میں نہ اذان ہوئی نہ جماعت ہوئی اور کسی کافر نے آج تک مسلمانوں پر وہ ظلم نہیں کیئے جو اس **پلید** نے مسلمانوں پر ظلم کروائے۔

700 صحابہ کا قتل، تین دن مسجدِ نبوی میں اذان اور جماعت نہ ہونا۔۔ان کا ثبوت پیش کرنا حافظ صاحب کے ذمہ ہے۔اس کے علاوہ حافظ صاحب بتائیں کہ یزید نے کون سا شرک کیا تھا جو آپ نے اسے پلید کہا ہے؟ کیا کسی مسلمان کو پلید کہنا جائز ہے؟

جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

﴿سورة التّوبَة:028﴾

اے ایمان والو! مشرکین سراسر نجس (پلید) ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد الحرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ اور اگر تمہیں ان کی آمد و رفت کے بند ہونے سے تنگدستی کا اندیشہ ہے تو عنقریب خدا اپنے فضل و کرم سے تمہیں تونگر بنا دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔

بوقت 38:07 کہا: بے شمار صحابہ کرام کو قتل کیا گیا، بے شمار تابعین کو قتل کیا گیا، لوٹا گیا مدینہ کو، ایک ہزار (1000) عورتوں کے ساتھ جبری زنا کیا گیا۔ ایسے ایسے پلید کام کیئے گئے کہ جن سے انسانیت بھی شرما جائے۔"

ان تمام باتوں کا کوئی حوالہ بھی حافظ صاحب نے پیش نہیں کیا۔ یہاں پر ہمیں امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی وہ بات یاد آگئی:

وحدثني محمد بن عبد الله بن قهزاذ من أهل مرو قال سمعت عبدان بن عثمان يقول سمعت عبد الله بن المبارك يقول الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اسناد دین میں سے ہیں اگر دین میں سند نہ ہوتی ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔ (مقدمہ صحیح مسلم)

لہٰذا حافظ صاحب معذرت کے ساتھ آپ کی بے سند بات ہم رد کریں گے اور آپ پر یہ بات ثابت کرنا فرض ہے کہ "بے شمار صحابہ کرام کو قتل کیا گیا، بے شمار تابعین کو قتل کیا گیا، لوٹا گیا مدینہ کو، ایک ہزار (1000) عورتوں کے ساتھ جبری زنا کیا گیا" ۔ ورنہ یہ سب افسانے ہی تصور کیئے جائیں گے۔

بوقت 38:36 ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: صحیح بخاری، مسلم میں حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو اہل مدینہ پر ظلم کرے گا اللہ اسے ایسے پگھلائے گا جیسے پانی میں نمک۔۔ بتاؤ اس کے بعد کیا لکھا ہے اسلاف نے؟ کہ اس سے مراد یزید بن معاویہ ہے کہ جب اس نے اہل مدینہ پر ظلم کیا تو اللہ نے اسے ایسے پکڑا اور ایسے ہی راکھ کر دیا جیسے نمک پانی کے اندر نمک پگھل جاتا ہے۔"

لیکن نام نہیں بتایا اسلاف میں سے کس نے ایسا کہا؟

بوقت 40:53 فتح الباری کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: حضرات اتنا ظلم ہوا کہ ام عطیہ۔۔ یہ شرح پڑھیں اور صحابیات کہتی ہیں ہم نے نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بیعت کی تھی کہ نوحہ نہیں کریں گے لیکن اہل مدینہ پر جو جو ظلم ہوئے وہ دیکھ کر ہمیں اپنے وعدے ٹوٹتے نظر آتے تھے کہ کریں کیا؟ اتنا ظلم۔

اس حوالے سے حافظ صاحب نے شاید شیعہ کو نوحے کی دلیل فراہم کی ہے کہ دیکھیں جی آپکا نوحہ اہل سنۃ کی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔۔ اس کے علاوہ ہمیں اس روایت کو پیش کرنے کا کوئی خاص مطلب اور وجہ نظر نہیں آتی۔

یہ روایت اس طرح ہے:

فتح الباری کتاب الجنائز، (قوله باب ما ینهی من النوح والبکاء والزجر عن ذلك) ۔ میں ہے:

وَهُوَ مَا أَخْرَجَهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِي مَسْنَدِهِ مِنْ طَرِيقِ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُخِذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَنُوحَ الْحَدِيثَ فَزَادَ فِي آخِرِهِ وَكَانَتْ لَا تَعُدُّ نَفْسَهَا لِأَنَّهَا لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ لَمْ تَزَلِ النِّسَاءُ بِهَا حَتَّى قَامَتْ مَعَهُنَّ فَكَانَتْ لَا تَعُدُّ نَفْسَهَا لِذَلِكَ وَيُجْمَعُ بِأَنَّهَا تَرَكَتْ عَدَّ نَفْسِهَا مِنْ يَوْمِ الْحَرَّةِ قُلْتُ يَوْمُ الْحَرَّةِ قُتِلَ فِيهِ مِنَ الْأَنْصَارِ مَنْ لَا يُحْصَى عَدَدُهُ وَنُهِبَتِ الْمَدِينَةُ الشَّرِيفَةُ وَبُذِلَ فِيهَا السَّيْفُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَكَانَ ذَلِكَ فِي أَيَّامِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَفِي حَدِيثِ أُمِّ عَطِيَّةَ مِصْدَاقُ مَا وَصَفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُنَّ نَاقِصَاتُ عَقْلٍ وَدِينٍ وَفِيهِ فَضِيلَةٌ ظَاهِرَةٌ لِلنِّسْوَةِ الْمَذْكُورَاتِ قَالَ عِيَاضٌ مَعْنَى الْحَدِيثِ لَمْ يَفِ مِمَّنْ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أُمِّ عَطِيَّةَ فِي الْوَقْتِ الَّذِي بَايَعَتْ فِيهِ النِّسْوَةُ إِلَّا الْمَذْكُورَاتِ لَا أَنَّهُ لَمْ يَتْرُكِ النِّيَاحَةَ مِنَ الْمُسْلِمَاتِ غَيْرُ خَمْسَةٍ

یہ اثر اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کی مسند میں موجود ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ عبد الغفور عبد الحق حسین کی تحقیق سے چھپی مسند اسحاق بن راھویہ مکتبہ الایمان میں محقق نے سند صحیح کہا۔

مگر اس روایت میں وہ الفاظ بالکل نہیں ہیں جو عمر صدیق صاحب نے بیان کیے کہ "لیکن اہل مدینہ پر جو جو ظلم ہوئے وہ دیکھ کر ہمیں اپنے وعدے ٹوٹتے نظر آتے تھے کہ کریں کیا؟"

بہر حال اس سے زیادہ سے زیادہ فوج کی زیادتی کے آثار ملتے ہیں۔ لیکن ایسا یزید کے حکم پر ہوا تھا یہ کہیں موجود نہیں۔ اس پوری روایت میں یہ دکھانا حافظ صاحب کے ذمہ ہے کہ یزید بن معاویہ کے حکم پر ایسا ہوا تھا۔ اس لیئے اس سے یزید کا ظالم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یزید بن معاویہ نے باغیوں کے خلاف سخت کاروائی کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور یہ تو ہر حکمران کرتا ہے کہ وہ اپنے خلاف بغاوت کو کچل ڈالنا چاہتا ہے۔ اور یہی شریعت اسلامیہ کا تقاضا بھی ہے۔

بوقت 41:56 صحیح مسلم کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: " لَمَّا احْتَرَقَ الْبَيْتُ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ حِينَ غَزَاهَا أَهْلُ الشَّامِ ابن نمیر پلید نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف چڑھائی کی وہ خانہ کعبہ کے اندر چھپ گئے، خانہ کعبہ کا دروازہ کھول کر اندر چلے گئے، منجنیق لگوا کر اس (یزید) نے خانہ کعبہ پر سنگ باری بھی کروائی اور آگ بھی لگوائی۔ یہ تین ظلم کیئے نبی کے بیٹے کو شہید کروایا، بے شمار صحابہ کا قاتل اور بیت اللہ پر سنگ باری کر کے اسے آگ لگوانے والا ہے۔ اور یہ باتیں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور کتب احادیث سے ثابت ہیں۔ کسی تاریخی کتاب کا نام نہیں لے رہا۔"

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: لَمَّا احْتَرَقَ الْبَيْتُ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، حِينَ غَزَاهَا أَهْلُ الشَّامِ، فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ، تَرَكَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ حَتَّى قَدِمَ النَّاسُ الْمَوْسِمَ يُرِيدُ أَنْ يُجَرِّئَهُمْ - أَوْ يُحَرِّبَهُمْ - عَلَى أَهْلِ الشَّامِ،

فَلَمَّا صَدَرَ النَّاسُ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي الْكَعْبَةِ، أَنْقُضُهَا ثُمَّ أَبْنِي بِنَاءَهَا؟ أَوْ أُصْلِحُ مَا وَهَى مِنْهَا؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنِّي قَدْ فُرِقَ لِي رَأْيٌ فِيهَا، أَرَى أَنْ تُصْلِحَ مَا وَهَى مِنْهَا، وَتَدَعَ بَيْتًا أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهِ، وَأَحْجَارًا أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهَا، وَبُعِثَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: " لَوْ كَانَ أَحَدُكُمُ احْتَرَقَ بَيْتُهُ، مَا رَضِيَ حَتَّى يُجِدَّهُ، فَكَيْفَ بَيْتُ رَبِّكُمْ؟ إِنِّي مُسْتَخِيرٌ رَبِّي ثَلَاثًا، ثُمَّ عَازِمٌ عَلَى أَمْرِي، فَلَمَّا مَضَى الثَّلَاثُ أَجْمَعَ رَأْيَهُ عَلَى أَنْ يَنْقُضَهَا، فَتَحَامَاهُ النَّاسُ أَنْ يَنْزِلَ بِأَوَّلِ النَّاسِ يَصْعَدُ فِيهِ أَمْرٌ مِنَ السَّمَاءِ، حَتَّى صَعِدَهُ رَجُلٌ، فَأَلْقَى مِنْهُ حِجَارَةً، فَلَمَّا لَمْ يَرَهُ النَّاسُ أَصَابَهُ شَيْءٌ تَتَابَعُوا فَنَقَضُوهُ حَتَّى بَلَغُوا بِهِ الْأَرْضَ، فَجَعَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَعْمِدَةً، فَسَتَّرَ عَلَيْهَا السُّتُورَ حَتَّى ارْتَفَعَ بِنَاؤُهُ، وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: إِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوْلَا أَنَّ النَّاسَ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ، وَلَيْسَ عِنْدِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّي عَلَى بِنَائِهِ، لَكُنْتُ أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ، وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ، وَبَابًا يَخْرُجُونَ مِنْهُ» ، قَالَ: «فَأَنَا الْيَوْمَ أَجِدُ مَا أُنْفِقُ، وَلَسْتُ أَخَافُ النَّاسَ» ، قَالَ: " فَزَادَ فِيهِ خَمْسَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ حَتَّى أَبْدَى أُسًّا نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَبَنَى عَلَيْهِ الْبِنَاءَ وَكَانَ طُولُ الْكَعْبَةِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ ذِرَاعًا، فَلَمَّا زَادَ فِيهِ اسْتَقْصَرَهُ، فَزَادَ فِي طُولِهِ عَشْرَ أَذْرُعٍ، وَجَعَلَ لَهُ بَابَيْنِ: أَحَدُهُمَا يُدْخَلُ مِنْهُ، وَالْآخَرُ يُخْرَجُ مِنْهُ ". فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَتَبَ الْحَجَّاجُ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُخْبِرُهُ بِذَلِكَ وَيُخْبِرُهُ أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ قَدْ وَضَعَ الْبِنَاءَ عَلَى أُسٍّ نَظَرَ إِلَيْهِ الْعُدُولُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ: إِنَّا لَسْنَا مِنْ تَلْطِيخِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي شَيْءٍ، أَمَّا

مَا زَادَ فِي طُولِهِ فَأَقِرَّهُ، وَأَمَّا مَا زَادَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَرُدَّهُ إِلَى بِنَائِهِ، وَسُدَّ الْبَابَ الَّذِي فَتَحَهُ، فَنَقَضَهُ وَأَعَادَهُ إِلَى بِنَائِهِ

[صحيح مسلم 2/ 970 ترقيم فوادعبدالباقی 1333 وترقيم آخر 3245]-

حضرت عطاء سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جس وقت کہ شام والوں نے مکہ والوں سے جنگ کی اور بیت اللہ جل گیا۔۔الخ

یہاں یہ صراحت تو موجود ہے کہ بیت اللہ کو کسی وجہ سے آگ لگی تھی لیکن یہ صراحت موجود نہیں ہے کہ وہ آگ کس نے لگائی۔اس لیئے حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ یہ آگ یزید نے لگائی تھی بے بنیاد الزام ہے کیونکہ اس روایت میں اس کا کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود نہیں۔اس لیئے حافظ صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ باتیں بخاری و مسلم سے ثابت ہیں۔۔وغیرہ ذلک

چنانچہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نقل کیاہے:

وأما ملوك المسلمين من بني أمية وبني العباس ونوابهم فلا ريب أن أحدا منهم لم يقصد أهانة الكعبة لا نائب يزيد ولا نائب عبد الملك الحجاج بن يوسف ولا غيرهما بل كان المسلمين كانوا معظمين للكعبة وإنما كان مقصودهم حصار ابن الزبير والضرب بالمنجنيق كان له لا للكعبة ويزيد لم يهدم الكعبة ولم يقصد إحراقها لا وهو ولا نوبه باتفاق المسلمين

جہاں تک مسلم بادشاہوں بنوامیہ،بنوعباس اوران کے نائبین کی بات ہے توبلاشبہ ان میں سے کسی ایک نے بھی خانہ کعبہ کی اہانت کبھی نہ کی،نہ تویزید کے نائب نے نہ عبدالملک الحجاج بن یوسف کے نائب نے،اورنہ ہی ان کے علاوہ کسی نے،بلکہ مسلمان تو ہمیشہ سے کعبہ کی تعظیم ہی کرتے آئے ہیں،ان میں سے بعض کا

مقصود صرف یہ تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا جائے ، اور منجنیق کا استعمال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی کی خاطر ہوا تھا نہ کہ خانہ کعبہ کی خاطر ، اور یزید نے ہرگز بیت اللہ کو منہدم (شہید) نہیں کیا اور نہ ہی اسے جلانے کا ارادہ کیا، یقینا نہ تو ایسا اقدام یزید نے کیا اور نہ ہی اس کے نائبین نے کیا اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق واجماع ہے۔[منهاج السنة النبوية 4/ 577]

نیز

دکتور محمد بن ہادی الشیبانی لکھتے ہیں۔۔

حتى ان احد كبار التابعين من رواة مسلم لم يتهم احدا باحراق الكعبه

[مواقف المعارضة في عهد يزيد بن معاوية: ص: ٦٧٩].

حتیٰ کہ مسلم کے رواۃ میں سے ایک بہت بڑے تابعی (امام عطاء بن ابی رباح) رحمہ اللہ نے کعبہ کو جلانے کا الزام کسی بھی فریق پر نہیں لگایا ہے۔

لیکن حافظ صاحب نے اس کا سارا الزام یزید بیچارے پر لگا کے اسے ایک وِلن کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

بوقت 44:55 کہا: **اللهم لا تدركني سنة الستين** حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حکماً مرفوع ہے۔ کہا کرتے تھے ساٹھواں سال ابو ھریرہ کو نہ پائے۔ کیوں کہتے تھے؟ کہ یزید بن معاویہ جو ہے یہ ساٹھ (60ھ) کو بادشاہ بنا ہے۔۔۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں کہ یزید بن معاویہ کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ کہا کرتے تھے، یا اللہ! ساٹھ (60) والا سال مجھے نا پائے۔

سن ساٹھ (٦٠) کے فتنے سے کیا مراد ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے لیکن یہاں ہم حافظ عمر صدیق نے جو یہ کہا ہے ساٹھواں سال ابو ھریرہ کو نہ پائے۔ کیوں کہتے تھے؟ کہ یزید بن معاویہ جو ہے یہ ساٹھ (60ھ) کو بادشاہ بنا ہے

اس پر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو علمِ غیب تھا جو یزید کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی انہیں پتا چل گیا تھا کہ سن ۶۰ ھ میں یزید خلیفہ بنے گا اس لیئے سن ساٹھ سے قبل ہی اس سے پناہ مانگنی شروع کر دی تھی؟ اور دوسرا اگر ابوہریرہؓ کو معلوم تھا کہ سن ۶۰ ھ میں یزید خلیفہ بنے گا اور فتنہ کھڑا ہو گا تو انہوں نے کسی دوسرے صحابی کو یہ کیوں نہیں بتادیا تاکہ کم از کم امیر معاویہؓ یزید کو خلیفہ نامزد نہ کرتے؟

سن ساٹھ (60) ہجری اور بچوں کی امارت:

امام أبو العباس الأصم محمد بن يعقوب بن يوسف النيسابوري (المتوفی346)نے کہا:

خبرنا العباس بن الوليد أخبرني أبي حدثني ابن جابر عن عمير بن هانئ أنه حدثه قال كان أبوهريرة يمشي في سوق المدينة وهو يقول اللهم لا تدركني سنة الستين ويحكم تمسكوا بصدغي معاوية اللهم لا تدركني إمارة الصبيان

[الثاني من حديث ابى العباس الاصم :ق 169 - 1702 - 1 واسناده صحيح و اخرجه البیهقی فی دلائل النبوة للبيهقي: 6/ 466 وابن عساكر فی تاريخ دمشق : 59/ 217 من طریق ابی العباس به ونقله ابن كثير فی البداية والنهاية : 6/ 256 و المقريزي فی إمتاع الأسماع 12/ 232 بهذااللفظ و واخرجه ايضا ابو زرعة الدمشقي فی تاریخه ص: 231، بدون لفظ امارة الصبيان]

عمر بن ہانی کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازار میں چلتے اور کہتے اے اللہ! مجھے سن ساٹھ کا زمانہ نہ ملے، اور کہتے اے لوگو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی کو لازم پکڑو نیز یہ بھی کہتے کہ اے اللہ! مجھے بچوں کی امارت کا دور نہ ملے۔

مذکورہ روایت موقوف ہے یعنی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دعاء ہے۔اس روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاء سے متعلق دو باتیں ہیں۔

اول: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سن ساٹھ (۶۰) ہجری کا دور نہ پانے کی دعاء کی ہے۔

دوم: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بچوں کی امارت کا دور نہ پانے کی دعاء کی ہے۔

چونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول میں مذکورہ دونوں باتیں ایک ساتھ مذکور ہیں اس لئے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔

حالانکہ یہ سمجھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث کی روشنی میں قطعی طور پر غلط ہے۔
ذرا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو غور سے پڑھیں:
امام ابن أبي شيبة رحمه الله (المتوفى 235)نے کہا:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلاَءِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ وَمِنْ إمْرَةِ الصِّبْيَانِ

[مصنف ابن أبي شيبة: 15/ 49 واسناده صحيح ومن طريق وكيع اخرجه احمد فى مسنده 15/ 486 و اخرجه ايضا البزار 16/ 249 وابن عدى فى الكامل6/ 2101 و ابو أحمد الحاكم فى الأسامي والكنى : 5/ 169 وابويعلى كمافى البداية والنهاية 11/ 647 كلهم من طريق كامل به ، و اخرجه ايضا احمدبن منيع فى مسنده قال البوصيرى فى إتحاف الخيرة المهرة:8/ 41 رواه أحمد بن منيع، ورواته ثقات ، والحديث صححه الالبانى فى الصحيحه رقم 3191]

ترجمہ: صحابی رسول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن ستر (۷۰) کے اوائل سے پناہ طلب کرو اور بچوں کی امارت سے پناہ طلب کرو۔(سن ۶۰ھ والی روایت کے بعد حافظ صاحب نے خود بھی یہ روایت پیش کی ہے)
یہ کسی صحابی کا قول نہیں بلکہ مرفوع حدیث ہے یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔
اس فرمان رسول میں بھی دو باتیں ہیں:

اول:

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن ستر (۷۰) کے دور سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

ستر (۷۰) سے مراد ہجری تاریخ نہیں ہے کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہجری تاریخ کا رواج ہی نہ تھا، اس لئے اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے ستر سال ہیں اور ہجری سال کے اعتبار سے یہ سن اسی (۸۰) ہجری کا دور ہو گا۔

دوم:

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی امارت کے دور سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔
یعنی اس حدیث رسول میں بھی اسی طرح دو باتیں ایک ساتھ مذکور ہیں جس طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول میں ہیں، لیکن حدیث رسول میں سن ساٹھ (٦۰) ہجری نہیں، بلکہ سن ستر (۷۰) کا ذکر ہے، جس سے سن اسی (۸۰) ہجری مراد ہے کما مضی۔
اب اگر اس حدیث سے بھی اسی طرح استدلال کیا جائے جس طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا جاتا ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ فرمان رسول کے مطابق کم عمر بچوں کی امارت کا دور اسی (۸۰) ہجری کا ہے۔
پھر ایسی صورت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول فرمان رسول کے خلاف ہونے کی صورت میں غیر مسموع ہو گا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی مقدم ہو گا یعنی کم عمر بچوں کی امارت کا دور اسی (۸۰) ہجری ہو گا نہ کہ ساٹھ (٦۰) ہجری اور ایسی صورت میں یزید رحمہ اللہ کی امارت کو کم عمر بچوں کی امارت قرار دینا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہو گی، کیونکہ یزید رحمہ اللہ اس دور سے بہت ہی قبل اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔
لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں کم عمر بچوں کی امارت کے دور کی تحدید نہیں کی گئی ہے بلکہ دو الگ الگ باتوں کا بیان ہے، ایک بات کا تعلق محدود دور میں رونما ہونے والے مخصوص فتنہ سے ہے اور دوسری بات کا تعلق کم عمر بچوں کی امارت سے ہے لیکن یہ امارت کس زمانہ میں ہو گی اس کا بیان مذکورہ

دونوں روایات میں سے کسی میں نہیں ، اورمذکورہ دونوں باتوں کے درمیان عربی کا جو "وْ" ہے یہ واو مغایرت کے لئے ہے جیسا کہ تعوذ کی دعاؤں کا معاملہ ہے۔

شیخ عبدالرحمن العقبی اس روایت سے متعلق لکھتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم : "تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ وَمَنْ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ"، فإن إمارة الصبيان غير رأس السبعين، وليس المعنى أن إمارة الصبيان تكون على رأس السبعين، وذلك لأن الواو للمغايرة كقول القائل: أعوذ بالله من الاشتراكية والرأسمالية

(مسائل سلطانية للشيخ: عبد الرحمن العقبي (ص: 8)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن ستر (۷۰) کے اوائل سے پناہ طلب کرو اور بچوں کی امارت سے پناہ طلب کرو۔ یہاں بچوں کی امارت کا دور سن ستر (۷۰) میں نہیں بتایا گیا ہے اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بچوں کی امارت ستر (۷۰) کے اوائل ہی میں ہو گی کیونکہ یہاں "واوَ" مغایرت کے لئے ہے، جیسے کوئی یہ کہے کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اشتراکی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام سے۔

اس تطبیق سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا ہے۔

اگر کوئی اس تطبیق سے راضی نہیں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول پر مقدم کرے اور یہ تسلیم کرے کہ وفات رسول کے ستر سال بعد تک یعنی اسی (۸۰) ہجری کے اوائل تک بچوں کی امارت کا وجود نا ممکن ہے کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا وجود اپنی وفات کے ستر سال بعد بتایا ہے۔

بچوں کی امارت کا دور کب ؟؟؟

گذشتہ سطور میں یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ روایات میں صرف یہ ملتاہے کہ بچوں کی امارت کا دور آئے گا مگر یہ دور کب آئے گا اس بارے میں کوئی صریح روایت نہیں۔

بچوں کی امارت سے متعلق اور بھی معتدد روایات ہیں لیکن کسی ایک میں بھی سرے سے کسی خاص زمانہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔

البتہ ایک موقوف روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سن ساٹھ سے قبل وفات کی دعاء کررہے ہیں اوراسی روایت میں بچوں کی امارت کو بھی نہ پانے کی دعاء کررہے ہیں لیکن دوسری طرف ایک مرفوع حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے ستر سال بعد یعنی سن اسی (۸۰) ہجری سے پناہ مانگنے کا حکم دیے رہے ہیں اور ساتھ ہی میں بچوں کی امارت سے بھی پناہ مانگنے کا حکم دے رہے ہیں، یہ مرفوع روایت سامنے آنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت میں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث میں بچوں کی امارت والے دور کی تحدید نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا تسامح:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بچوں کی امارت کے دور کی شروعات یزید بن معاویہ سے مانی ہے چنانچہ کہا:

أَنَّ الْمَذْكُورِينَ مِنْ جُمْلَتِهِمْ وَأَنَّ أَوَّلَهُمْ يَزِيدُ

[فتح الباري لابن حجر: 13/ 10]

یعنی مذکورہ بچے بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں جن کی امارت کی طرف حدیث میں اشارہ ہے اوران میں سے پہلا شخص یزید ہے۔

حافظ موصوف اپنی اس بات کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَأْسُ السِّتِّينَ وَإِمَارَةُ الصِّبْيَانِ

[فتح الباري لابن حجر: 13/ 10]

جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اے اللہ ! مجھے سن ساٹھ کا زمانہ نہ ملے، اے اللہ ! مجھے بچوں کی امارت کا دور نہ ملے۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یزید بن معاویہ کی امارت کو بچوں کی امارت کہنے کے لئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کو دلیل بنایا ہے لیکن ہم عرض کر چکے ہیں کہ ایک صحیح مرفوع روایت میں بچوں کی امارت کے ساتھ ساتھ سن (۸۰) ہجری کا تذکرہ ہوا ہے، اب اگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے طریقہ استدلال کو بروئے کار لایا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ بچوں کی امارت کی ابتداء سن اسی ۸۰ ھجری سے ہو گی، اور ایسی صورت میں ابو ہریرہ رضی اللہ کا قول، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف ہونے کے سبب غیر مسموع ہو گا۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث، دونوں میں محدود سن والے جملے اور بچوں کی امارت والے جملہ کو الگ الگ سمجھا جائے، جیسا کہ گذشتہ سطور میں تفصیل پیش کی جاچکی ہے۔

یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یزید کی امارت کو بھی بچوں کی امارت میں شمار کرنا واضح حقائق کے خلاف ہے کیونکہ یزید رحمہ اللہ امارت سنبھالتے وقت بچے تھے ہی نہیں، حافظ موصوف کو بھی یہ اشکال محسوس ہوا اس لئے انہوں نے یہ تاویل پیش کی:

وَقَدْ يُطْلَقُ الصَّبِيُّ وَالْغُلَيِّمُ بِالتَّصْغِيرِ عَلَى الضَّعِيفِ الْعَقْلِ وَالتَّدْبِيرِ وَالدِّينِ وَلَوْ كَانَ مُحْتَلِمًا وَهُوَ الْمُرَادُ هُنَا فَإِنَّ الْخُلَفَاءَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ مَنِ اسْتُخْلِفَ وَهُوَ دُونَ الْبُلُوغِ وَكَذَلِكَ مَنْ أَمَّرُوهُ عَلَى الْأَعْمَالِ

[فتح الباري لابن حجر: 13/ 9]-

صبی اور غلیم کا اطلاق کم عقل و کم فہم پر بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ بالغ ہی کیوں نہ ہو اوراس حدیث میں بچوں سے یہی مراد ہے کیونکہ بنوامیہ میں کوئی بھی خلیفہ نابالغ نہیں گذرا ہے اسی طرح ان کے عمال بھی سب کے سب بالغ تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ تاویل بے سود ہے کیونکہ یزید رحمہ اللہ کم عقل بھی نہ تھے، ان کے ظالم ہونے کا پروپیگنڈا تو کچھ لوگوں نے کیا ہے لیکن ان پر کم عقلی کا الزام تو کسی ایک نے بھی نہیں لگایا، معلوم نہیں حافظ موصوف نے انہیں کم عقل کیسے باور کرلیا۔

نیز اصول یہی ہے کہ اصلا نصوص شریعت کو حقیقت پر محمول کیا جائے لہٰذا بچوں کی امارت والی حدیث حقیقت ہی پر محمول ہوگی کیونکہ اس کی تاویل کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے مزید یہ کہ سلف میں سے کسی نے بھی اس حدیث کی تاویل نہیں کی ہے بلکہ خود حافظ ابن حجر (المتوفی 852) رحمہ اللہ کے بقول الفاظ حدیث کے معانی پر کتاب لکھنے والے امام ابن الأثیر (المتوفی: 606) رحمہ اللہ نے اس طرح کے الفاظ کو حقیقت پر محمول کیا ہے، حافظ موصوف فرماتے ہیں:

وَقَالَ بن الْأَثِيرِ الْمُرَادُ بِالْأُغَيْلِمَةِ هُنَا الصِّبْيَانِ وَلِذَلِكَ صَغَّرَهُمْ

[فتح الباري لابن حجر: 13/ 9 وانظر:النهاية في غريب الحديث لابن الاثير: 3/ 382]۔

امام ابن الاثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہاں ''**أغيلمة**'' سے مراد چھوٹے بچے ہیں اسی لئے اس کی تصغیر لائی گئی ہے۔

اسی طرح سلف میں سے کسی نے بھی یزید رحمہ اللہ کو اس حدیث کا مصداق نہیں بتلایا ہے بلکہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق سعید بن عمرو رحمہ اللہ نے اس کا مصداق دوسرے ایسے بچوں کو بتلایا ہے جن کا زمانہ عہد یزید سے بہت بعد کا زمانہ ہے، چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:

حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا عمرو بن يحيى بن سعيد بن عمرو بن سعيد، قال: أخبرني جدي، قال: كنت جالسا مع أبي هريرة في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم بالمدينة، ومعنا مروان، قال أبو هريرة: سمعت الصادق المصدوق يقول: «هلكة أمتي على يدي غلمة من قريش» فقال مروان: لعنة الله عليهم غلمة. فقال أبو هريرة: لو شئت أن أقول: بني فلان، وبني فلان، لفعلت. فكنت أخرج مع جدي إلى بني مروان حين ملكوا بالشأم، فإذا رآهم غلمانا أحداثا قال لنا عسى هؤلاء أن يكونوا منهم؟ قلنا: أنت أعلم [صحيح البخاري: 9/ 47]

عمرو بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے دادا سعید نے خبر دی، کہا کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے صادق و مصدوق سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ سے ہو گی۔ مروان نے اس پر کہا ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ کس کس خاندان سے ہوں گے۔ پھر جب بنی مروان شام کی حکومت پر قابض ہو گئے تو میں (عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو) اپنے دادا (سعید بن عمرو) کے ساتھ ان کی طرف جاتا تھا۔ جب وہاں انہوں (سعید بن عمرو) نے نوجوان لڑکوں کو دیکھا تو کہا کہ شاید یہ انہی میں سے ہوں۔ ہم نے کہا کہ آپ کو زیادہ علم ہے۔

(اس روایت کے یہ الفاظ "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو ان کے نام لوں" حافظ عمر صاحب نے بھی پیش کیئے ہیں لیکن پوری روایت نہیں پڑھی کیونکہ اس سے ہی یہ واضح ہو جاتا کہ یزید پر یہ روایت فٹ نہیں ہوتی۔)

اور مسند احمد کی روایت میں ہے:

فَإِذَا هُمْ يُبَايِعُونَ الصِّبْيَانَ مِنْهُمْ، وَمَنْ يُبَايِعُ لَهُ، وَهُوَ فِي خِرْقَةٍ

[مسند أحمد: 14/ 58 واسناده صحيح]

وہ لوگ بچوں سے بھی بیعت لے رہے تھے، اور ایسے بچے سے بھی بیعت لے رہے تھے جو کپڑے میں لپٹا ہوا تھا

اس حدیث میں غور کریں کہ سعید بن عمرو رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کا مصداق یزید رحمہ اللہ کے بجائے دوسرے بچوں کو بتلایا ہے اور یزید کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا ہے اور ان کے پوتے نے بھی اس موقع پر یزید رحمہ اللہ کا کوئی حوالہ نہ دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ تک کسی نے بھی بچوں کی امارت والی حدیث کو یزید رحمہ اللہ پر فٹ ہی نہیں کیا تھا۔

الغرض یہ کہ بچوں کی امارت والی حدیث کو حقیقت ہی پر محمول کیا جائے اس کی تاویل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے، نیز سلف میں سے بھی کسی نے نہ تو اس کی تاویل کی ہے اور نہ ہی اسے یزید پر فٹ کیا ہے اس لئے اسے یزید رحمہ اللہ پر فٹ کرنا انصاف کے خلاف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ تاویل کے ساتھ ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ:

فَإِنَّ يَزِيدَ كَانَ غَالِبًا يَنْتَزِعُ الشُّيُوخَ مِنْ إِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارِ وَيُوَلِّيهَا الْأَصَاغِرَ مِنْ أَقَارِبِهِ

[فتح الباري لابن حجر: 13/ 10]

کیونکہ یزید عام طور شہروں کے بڑے امراء کو معزول کرکے ان کی جگہ اپنے اقرباء میں سے چھوٹے چھوٹے لوگوں کو بٹھا دیتا تھا۔

عرض ہے کہ یہ بات محض افواہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے معلوم نہیں حافظ موصوف نے یہ بات کہاں سے اخذ کی ہے، علاوہ ازیں یزید رحمہ اللہ کو چھوٹا امیر ثابت کرنے کے لئے یہ بہت دور کی کوڑی ہے اگر چھوٹے امراء یزید کے ماتحت تھے خود یزید نہیں تھا تو پھر حدیث مذکور کو صرف انہیں چھوٹے امراء ہی پر فٹ کرنا چاہیے، خواہ مخواہ یزید رحمہ اللہ کو اس بیچ میں کیوں لایا جارہا ہے، اگرچہ ایسا یزید رحمہ اللہ کے حکم سے ہوا

ہو لیکن یہ حکم صادر کرنے سے یزید رحمہ اللہ کی عمر تو چھوٹی نہیں ہو جائے گی، نیز اگر دور کی کوڑی سے یزید چھوٹا امیر ثابت ہوا کیونکہ اس نے چھوٹے امرا متعین کئے تو کیا اس فلسفہ کی رو سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار بھی چھوٹے امراء میں ہو گا؟؟ کیونکہ انہوں نے بھی یزید رحمہ اللہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا؟؟؟ معلوم نہیں حافظ موصوف (ابن حجر) ان تکلفات سے کیوں کام لے رہے ہیں، غالبا حافظ موصوف رحمہ اللہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سن ساٹھ والی روایت کی وجہ سے ان تکلفات پر مجبور ہوئے ہیں لیکن اس روایت کی وضاحت اوپر کی جاچکی ہے۔

سن ساٹھ کے فتنے کا ذمہ دار کون؟

رہی بات یہ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سن ساٹھ سے قبل موت کی دعاء کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس دور میں کوئی فتنہ ہو گا۔

عرض ہے کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاء سے اس دور میں کسی فتنہ کی طرف اشارہ ملتا ہے مگر یہ فتنہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہو گا، اس جانب کوئی ادنی اشارہ بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس دعاء میں نہیں ہے، لہٰذا اس سے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ پر کوئی حرف نہیں آتا۔

اگر کوئی کہے کہ یہ فتنہ دور یزید میں تو ہوا، تو عرض ہے کہ اس سے بڑے فتنے علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئے، جنگ جمل اور جنگ صفین میں صحابہ کی بہت بڑی تعداد شہید ہوئی، بلکہ علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جس قدر صحابہ کرام کا خون بہا اتنا خون یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پورے دور میں نہیں بہا اور ان فتنوں کی طرف اشارہ صرف صحیح ہی نہیں بلکہ صحیح و مرفوع روایات میں ہے، تو کیا ان تمام صحابہ کے خون کی ذمہ داری علی رضی اللہ عنہ پر ہو گی۔

ہر گز نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری تو اس سازشی ٹولہ کے سر جاتی ہے جس نے صحابہ کے بیچ خونریز جنگ کرائی۔

یہی معاملہ دور یزید کے فتنہ سے بھی ہے یعنی اس دور کے فتنہ کی ذمہ داری یزید رحمہ اللہ کے سر نہیں جاتی بلکہ اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کے خلاف سازشیں کیں تاکہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر انہیں تباہ و برباد کیا جائے پہلے اس سازشی ٹولے نے امت مسلمہ کے خون سے ہولی کھیلنے کے لئے حسین رضی اللہ عنہ کا استعمال کرنا چاہا لیکن اس میں کامیاب نہ ہوا تو خود حسین رضی اللہ عنہ ہی کو شہید کر ڈالا، اس کے بعد اسی سازشی ٹولے نے اہل مکہ و مدینہ کے سامنے یزید رحمہ اللہ پر شراب نوشی، ترک صلاۃ اور نہ جانے کیسے کیسے جھوٹھے الزامات لگائے تاکہ انہیں یزید کے خلاف ورغلائے، ظاہر ہے کہ جن کی سازشوں سے اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم تک محفوظ نہ رہ سکے اور جمل و صفین کے معرکے وقوع پذیر ہوئے، کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اہل مکہ و مدینہ کے بعض افراد ان کی سازشوں کے شکار ہو کر اپنوں ہی کے خلاف برسرپیکار ہو جائیں۔

الغرض یہ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو سن ساٹھ میں فتنہ کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس کے ذمہ دار وہی لوگ ہیں جنہوں نے یہ فتنے برپا کئے، ہم بغیر کسی ثبوت کے اس کی ذمہ داری یزید رحمہ اللہ پر قطعا نہیں ڈال سکتے بلکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اشارہ یزید رحمہ اللہ کی طرف نہیں ہے کیونکہ یزید رحمہ اللہ کی پیشگی بیعت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی ہو گئی تھی اور اس وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ باحیات تھے لیکن کسی ایک بھی روایت میں یہ نہیں ملتا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یزید رحمہ اللہ کو ولی عہد بنانے پر کوئی اعترض کیا ہو اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس حکمت عملی کے خلاف کوئی بات اشارہ و کنایہ میں بھی کہی ہو بلکہ اس کے برعکس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ وہ جب سن ساٹھ سے قبل فوت ہونے کی دعاء کرتے تو ساتھ ہی میں امیر معایہ رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی کو لازم پکڑنے کی وصیت بھی کرتے تھے۔

چنانچہ اوپر جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل ہوئی ہے اسے پھر سے پڑھیں اس میں یہ بھی ملتا ہے کہ:

وهو يقول اللهم لا تدركني سنة الستين ويحكم تمسكوا بصدغي معاوية [حوالہ مذکور]۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے اے اللہ! مجھے سن ساٹھ کا زمانہ نہ ملے، اور کہتے اے لوگو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی کو لازم پکڑو۔ (لیکن عمر صدیق حفظہ اللہ نے یہاں بھی ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے امیر معاویہؓ کی حکمتِ عملی کا ذکر چھپالیا ہے)

ان الفاظ پر غور کریں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سن ساٹھ سے قبل فوت ہونے کی دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں سے یہ بھی فرمارہے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی کو لازم پکڑو۔

اور یزید رحمہ اللہ کی ولیعہدی اور بعد میں ان کا خلیفہ بننا بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی ہے، جس سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ واقف تھے گویا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں اس فتنہ کے وقت یزید رحمہ اللہ کی بیعت کو لازم پکڑنے ہی میں عافیت ہے، اور بعد میں جب یہ دور آیا تو دیگر صحابہ نے بھی اس وقت کے لوگوں کو یہی نصیحت کی۔

بوقت 51:55 بمطابق تقریر کہا: گھڑی کے بارہ بج جائیں تو میرے بھی بارہ بج جاتے ہیں۔

حافظ صاحب کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ جب "بارہ بج جائیں" تو تقریر نہ کیا کریں۔ کیونکہ اس سے بعض روایات ادھوری رہ جاتی ہیں اور بعض صحیح روایات بھی "گپ" لگنے لگتی ہیں۔ بارہ بجے والا سکھوں کا ایک لطیفہ بھی مجھے یاد آرہا ہے لیکن خیر چھوڑیں۔۔

حافظ صاحب بُرا نہ مان جائیں۔۔

بوقت 52:38 بمطابق تقریر حافظ ابن حجر کی تھذیب التھذیب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: وأرسل الجيوش إلى الحسين فقتل اس نے لشکروں کو بھیجا حسین کی طرف اور حسین کو قتل کر دیا گیا دوسری بات ثم خرج أهل المدينة على يزيد اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کو توڑ دیا۔ تریسٹھویں (63) سال میں مسلم بن عقبہ جسے مجرم بن عقبہ کہتے ہیں، اسے حکم دیا کہ مدینہ تیرے لیئے تین دن تک حلال ہے اور ان سے بیعت لے اس بات پر کہ یہ صحابہ، تابعین ہمارے غلام ہیں، ہمارے بندی ہیں اور پھر وقتل بها خلقا من الصحابة وأبنائهم وخيار التابعين اس نے بے شمار صحابہ کو بھی قتل کیا اور تابعین کو بھی قتل کیا

وافحش القضية إلى الغاية (تھذیب التھذیب ج11 ص361) بڑے بڑے گندے کام اس بندے نے کیئے ہیں۔

لیکن حافظ ابن حجر نے ان تمام باتوں کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اس لیئے یہ تمام باتیں بلاسند ہونے کے باعث بے بنیاد الزامات کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "بے سند اقوال سے استدلال غلط ہے۔۔پس ہر شخص جو سنّت (ماننے) کا داعی ہے، یہ ضروری ہے کہ وہ جو کہتا ہے اس کے بارے میں اس سے صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے۔ پھر وہ اگر یہ (صحیح سند) پیش کر دے تو اس کی سچائی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی بات قبول کی جاتی ہے۔۔(رسالۃ السجزی الی اھل زبید فی الرد علیٰ من انکر الحرف والصوت ص ۱۴۶)

آگے لکھتے ہیں: اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1) **ہر روایت اور ہر حوالے کے لیئے مقبول سند پیش کرنی چاہیئے۔**

2) **بے سند روایت اور بے سند حوالہ مردود ہوتا ہے۔**" (تحقیقی مقالات ج3 ص215)

اس لیئے حافظ صاحب پر لازم ہے کہ ان تمام باتوں کو بسند صحیح ثابت کریں ورنہ بے بنیاد الزامات سے گریز کریں۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے کوڑے مارنے والی روایت:

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ: ثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي غُنْيَةٍ، عَنْ نَوْفَلِ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ قَالَ :كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَذَكَرَ رَجُلٌ يَزِيدَ فَقَالَ: قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: تَقُولُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ! وَأَمَرَ بِهِ فَضُرِبَ عِشْرِينَ سَوْطًا

[تاريخ الإسلام للذهبي: 5/ 275 وهو ايضا باختلاف السند فى:تهذيب التهذيب (11 /361) و لسان الميزان (6/ 294) ، وبدون السند فى:النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة (1/ 163) و شذرات الذهب في أخبار من ذهب (1/ 278) و تاريخ الخلفاء (ص: 158) والروض الباسم لابن الوزير(1/ 57 (و ينابيع المودة لذوي القربى ـ القندوزي 3 / 32]

پہلی علت:

اس روایت کی مکمل سند نامعلوم ہے۔امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ سے نقل کیا ہے۔**محمد بن المتوكل المعروف بابن أبي السرى** کی وفات 238ھ ہے۔[الثقات لابن حبان:9/ 88]

اورامام ذہبی رحمہ اللہ کی پیدائش 673ھ ہے-

[ذيل التقييد في رواة السنن والأسانيد 1/ 54]

یعنی درمیان میں ساڑے چار صدی کا فاصلہ ہے۔

اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کو محمد بن أبي السري کی کتاب سے نقل کیا ہے کیونکہ محمد بن أبي السري کے بارے میں یہ ملتا ہی نہیں کہ انہوں نے کوئی کتاب لکھی، نیز امام

ذہبی نے محمد بن أبي السري کے ترجمہ میں بھی ان کی کسی کتاب کا تذکرہ نہیں کیا ہے، اور نہ ہی کسی اور مقام پر ان کی کسی کتاب کا ذکر ملتا ہے۔

نیز اسی روایت کو حافظ ابن حجر نے بیان کیا تو محمد بن أبي السري کا نام بھی ساقط کر دیا اور کہا:

وقال يحيى بن عبد الملك بن أبي غنية أحد الثقات ثنا نوفل بن أبي عقرب ثقة قال كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال أمير المؤمنين يزيد فقال عمر تقول أمير المؤمنين يزيد وأمر به فضرب عشرين سوطا

(تہذيب التهذيب لابن حجر: 37/ 190، لسان الميزان لابن حجر: 6/ 294)

اور پھر اسی روایت کو امام سیوطی نے بیان کیا تو پوری سند ہی غائب کر دی، چنانچہ امام سیوطی نے کہا:

قال نوفل بن أبي الفرات: كنت عند عمر بن عبد العزيز، فذكر رجل يزيد، فقال: قال أمير المؤمنين يزيد بن معاوية، فقال: تقول أمير المؤمنين؟ وأمر به، فضرب عشرين سوطًا.[تاريخ الخلفاء ص: 158]

اسی طرح سليمان بن خوجه القندوزي نے بھی کہا:

وقال نوفل بن أبي الفرات: كنت عند عمر بن عبد العزيز فقال رجل : أمير المؤمنين يزيد (بن معاوية). فقال عمر : تقول أمير المؤمنين، وأمر به فضربه عشرين سوطا.

[ينابيع المودة لذوي القربى :3 / 32]

ان تمام نقول سے ظاہر ہے کہ مذکورہ اہل علم میں سے کسی ایک نے بھی اس روایت کی مکمل سند بیان نہیں کی ہے، لہٰذا اس روایت کے غیر ثابت شدہ ہونے کی یہ پہلی علت ہے۔

دوسری علت:

امام ذہبی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت جس راوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے وہ محمد بن المتوکل المعروف بابن آبي السری ہے۔

اس کے بارے میں ناقدین کے اقوال مختلف ہیں اورراجح یہی ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔

معدلین کے اقوال:

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی 327)نے کہا:

وسألت يحيى عن ابن ابي السري العسقلاني فقال ثقة

[سؤالات ابن الجنيد لابن معين: ص: 388]

امام حاکم رحمہ اللہ (المتوفی 405) نے کہا:

محمد بن أبي السري العسقلاني ثقة

[المستدرك على الصحيحين للحاكم: 3/ 700]

امام ابن القطان رحمہ اللہ (المتوفی:628) نے کہا:

ابْن أبي السّري مُحَمَّد بن المتَوَكل ثِقَة حَافظ

[بيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام 5/ 218]

امام ذہبي رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے کہا:

الحافظ، العالم، الصادق [سير أعلام النبلاء للذهبي: 11/ 161]

یعنی صرف چار ناقدین نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے ان میں بھی امام ابن معین رحمہ اللہ کی توثیق دیانت داری کے معنی میں ہوسکتی ہے کیونکہ وہ اکثر دیانت داری کے معنی میں بھی راوی کو ثقہ کہہ دیتے ہیں:

جارحین کے اقوال:

امام أبوحاتم الرازي رحمہ اللہ (المتوفی 277) نے کہا:

لين الحديث

[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 8/ 105]

امام ابن عدي رحمه الله (المتوفی 365) نے کہا:

وابن أبِي السري العسقلاني كثير الغلط

[الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 7/ 288]

امام أبو علي، الغساني رحمه الله (المتوفی 498) نے کہا:

كثير الحفظ وكثير الغلط [تسمية شيوخ أبي داود لأبي علي الغساني: ص: 96]

امام ابن القيسراني رحمه الله (المتوفی:507) نے کہا:

وابن أبي السري كثير الغلط

[ذخيرة الحفاظ لابن القيسراني: 4/ 1912]

امام ابن الجوزي رحمه الله (المتوفی 597) نے کہا:

محمد بن المتوكل العسقلاني قال الرازي لين الحديث

[الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي: 3/ 95]

امام ذهبي رحمه الله (المتوفی 748) نے کہا:

محمد بن أبي السري العسقلاني.هو ابن المتوكل.له مناكير.

[ميزان الاعتدال للذهبي: 3/ 560]

نیز کہا: **ولمحمد هذا أحاديث تستنكر**

[ميزان الاعتدال للذهبي: 4/ 24]

نیز کہا:**حافظ وثق ولينه أبو حاتم**

[الكاشف للذهبي: 2/ 214]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولذلك أشار الذهبي في " الكاشف " إلى أن التوثيق المذكور غير موثوق به، فقال : " وثق "

[سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة 3/ 377]

علامہ البانی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ذہبی جب ”وثق“ کہیں تو اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اس راوی کی جو توثیق کی گئی ہے وہ غیر معتبر ہے۔

امام ابن رجب رحمه الله (المتوفى795)نے کہا:

ومنها: أن مُحَمَّد بْن المتوكل لَمْ يخرج لَهُ فِي ((الصحيح)) ، وقد تكلم فِيهِ أبو حاتم الرَّازِي وغيره ولينوه، وَهُوَ كثير الوهم [فتح الباري لابن رجب: 6/ 405]

حافظ ابن حجر رحمه الله (المتوفى852)نے کہا:

محمد بن المتوكل بن عبد الرحمن الهاشمي مولاهم العسقلاني المعروف بابن أبي السري صدوق عارف له أوهام كثيرة

[تقريب التهذيب لابن حجر: 1/ 418]

امام مناوي رحمه الله (المتوفى1031)نے کہا:

وفيه محمد بن المتوكل العسقلاني أورده الذهبي في الضعفاء وقال : قال أبو حاتم : لين

[فيض القدير للمناوى: 6/ 293]۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کا موقف:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس راوی کو ضعیف کہا ہے بلکہ بعض مقامات پر سخت ضعیف قرار دیتے ہوئے اسے "متہم" بھی قرار دیا ہے، چند حوالے ملاحظہ ہوں:

وابن أبي السري هو محمد بن المتوكل وهو ضعيف حتى اتهمه بعضهم

[سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة 3/ 162]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وهذا سند ضعيف من أجل ابن أبي السري واسمه محمد بن المتوكل العسقلاني فإنه ضعيف وقد أتهم [إرواء الغليل 4/ 244]

تیسری علت:

نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ مجہول راوی ہے، کسی بھی ناقد امام سے اس کی مستند توثیق نہیں ملتی۔

نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ کو مامون تو کہا گیا ہے مگر ثقہ کی تصدیق کہیں سے نہیں ھوئی۔

یہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عامل تھے، چنانچہ:

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی 571) نے کہا:

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو الحسين بن النقور أنا عيسى بن علي أخبرنا عبد الله بن محمد نا داود بن عمرو نا يحيى بن عبد الملك بن حميد بن أبي غنية نا نوفل بن الفرات عامل عمر بن عبد العزيز قال وكان رجلا من كتاب الشام مأمونا

[تاريخ دمشق لابن عساكر 62/ 292 واسناده صحيح]

عامل هونا ثقاہت کی دلیل نہیں ہے۔

غور کریں کہ نوفل بن الفرات عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے عامل تھے لیکن مالک الدار خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خازن تھے انہیں بھی امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے، اوران سے وسیلہ کے بارے میں ایک بہت ہی منکر روایت مروی ہے۔

لیکن اہل علم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، اورمالک الدار کو مجہول قرار دیا ہے

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عدم التسليم بصحة هذه القصة لأن مالك الدار غير معروف العدالة والضبط

[التوسل للالباني :ص: 120]

علامہ البانی رحمہ اللہ سے قبل بھی اہل علم نے اسے مجہول قرار دیا ہے، چنانچہ:

امام منذري رحمه الله (المتوفی656)نے کہا:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ فِي الْكَبِير وَرُوَاته إِلَى مَالك الدَّار ثِقَات مَشْهُورُونَ وَمَالك الدَّار لَا أعرفهُ

[الترغيب والترهيب للمنذري: 2/ 29]

امام هيثمي رحمه الله (المتوفی807)نے کہا:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ فِي الْكَبِير وَرُوَاته إِلَى مَالك الدَّار ثِقَات مَشْهُورُونَ وَمَالك الدَّار لَا أعرفهُ

[الترغيب والترهيب للمنذري: 2/ 29]

امام مسلم رحمه الله (المتوفی261)نے کہا:

حدثنا نصر بن علي الجهضمي حدثنا الأصمعي عن ابن أبي الزناد عن أبيه قال أدركت بالمدينة مائة كلهم مأمون ما يؤخذ عنهم الحديث يقال ليس من أهله [صحیح مسلم، مقدمہ: 1/ 12 واسنادہ صحیح]۔

یعنی امام ابوالزناد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ میں سیکڑوں لوگوں کو پایا جو ''مأمون'' تھے لیکن ان سے حدیث کی روایت نہیں کی جاتی تھی کیونکہ بقول اہل علم وہ اس کے قابل نہ تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ روایت کی سند میں نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ کی جگہ نوفل بن أبي عقرب کا نام لکھا ہے اور اسے ثقہ کہا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال يحيى بن عبد الملك بن أبي غنية أحد الثقات ثنا نوفل بن أبي عقرب ثقة قال كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال أمير المؤمنين يزيد فقال عمر تقول أمير المؤمنين يزيد وأمر به فضرب عشرين سوطا

[تہذیب التهذيب لابن حجر: 37/ 190]

یادرہے کہ یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی دوسری کتاب ''لسان المیزان'' میں بھی یہ سند اسی طرح درج کی ہے، ملاحظہ ہو:

قال يحيى بن عبد الملك بن أبي عتبة حدثنا نوفل بن أبي عقرب كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال أمير المؤمنين يزيد فقال له عمر تقول أمير المؤمنين وأمر به فضربه عشرين سوطا

[لسان الميزان لابن حجر: 6/ 294]

عرض ہے کہ اس نام کے کسی بھی راوی کا نام ونشان مجھے کتب جرح وتعدیل میں نہیں مل سکا۔

البتہ ”اَبو نوفل بن اَبی عقرب البکری“ نام کے ایک ثقہ راوی موجود ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے غالبا زیر بحث راوی کو یہی راوی سمجھ لیا اور اسے ثقہ کہہ دیا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سند میں أبو نوفل بن أبی عقرب البکری نہیں ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ سند غالبا اپنے حافظہ سے لکھی ہے اور سند میں وہم کے شکار ہوگئے یا جس مرجع سے نقل کیا ہے وہیں پر غلطی تھی، بہرحال جو بھی وجہ ہے بہر صورت اس سند میں نوفل بن أبي عقرب کے بجائے نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ ہی ہیں، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل:

امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی دو کتابوں میں یہ سند نقل کی ہے اور دونوں میں نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ ہی درج کیا ہے، کما مضی۔

دوسری دلیل:

امام ذہبی رحمہ اللہ کے علاوہ امام سیوطی نے بھی اس سند میں نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ ہی کا نام نقل کیا ہے، کما مضی۔

تیسری دلیل:

عمر بن عبدالعزیز سے روایت کرنے والوں میں نوفل بن أبي عقرب کا نام نہیں ملتا بلکہ نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ ہی کا نام ملتا ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی 571) نے کہا:

نوفل بن الفرات بن مسلم ويقال ابن سالم ويقال نوفل بن أبي الفرات أبو الجراح العقيلي مولى بني عقيل الجزري الرقي قدم على عمر بن عبد العزيز مع أبيه وروى عنه

[تاريخ دمشق لابن عساكر 62/ 290]

امام ابن حبان رحمه الله (المتوفى354) نے کہا:

نوفل بن الفرات يروى عن عمر بن عبد العزيز روى عنه مبشر بن إسماعيل الحلبي

[الثقات لابن حبان: 9/ 221]-

چوتھی دلیل:

يحيى بن عبد الملك بن أبي عتبة کے استاذوں میں بھی نوفل بن أبي عقرب کا نام نہیں ملتا بلکہ

نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ ہی کا نام ملتا ہے۔

امام ابن عساکر رحمه الله (المتوفى571) نے کہا:

نوفل بن الفرات بن مسلم --روى عنه الليث-- ويحيى بن عبد الملك بن أبي غنية

[تاريخ دمشق لابن عساكر 62/ 290]-

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اس سند میں نَوْفَلِ بنِ أَبِي الفُرَاتِ ہی ہے اور یہ مجہول ہے۔

کیا یزید رحمہ اللہ شرابی تھے؟

بوقت 05: 55 بمطابق تقریر سیر اعلام النبلاء پیش کر کے کہا:

قُلْتُ كَانَ قَوِيّاً شُجَاعاً، ذَا رَأْيٍ وَحَزْمٍ وَفِطْنَةٍ وَفَصَاحَةٍ، وَلَهُ شِعْرٌ جَيِّدٌ وَكَانَ نَاصِبِيّاً فَظّاً غَلِيْظاً منہ پھٹ بد تمیز گستاخ ناصبی تھا، حضرت علی کی توہین کرنے والا تھا۔ **يتناول المسكرا ويفعل المنكر** نشئی بھی تھا اور کبیرہ گناہ بھی کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد کہا: اس کے اندر یہ حافظ ذھبی صاحب کا اپنا موقف لکھا ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے کیونکہ یزید کا نشئی اور منہ پھٹ، بد تمیز اور حضرت علیؓ کی توہین کرنے والا ہونا۔۔ یہ سب کچھ سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اور حافظ ذھبی نے بھی اس قول کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اس لیے عمر صدیق صاحب باسند صحیح یہ بات ثابت کر دیں کہ یزید شرابی، منہ پھٹ، کبیرہ گناہ کرنے والا اور غلیظ تھا وغیرہ ذلک۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ حافظ صاحب ایسا کر نہیں سکیں گے۔ ان شاء اللہ

امام ابو بکر ابن العربي (المتوفى: 543) رحمہ اللہ بجا طور پر فرماتے ہیں:

فإن قيل. كان يزيد خمارًا. قلنا: لا يحل إلا بشاهدين، فمن شهد بذلك عليه بل شهد العدل بعدالته. فروى يحيى بن بكير، عن الليث بن سعد، قال الليث: " توفي أمير المؤمنين يزيد في تاريخ كذا " فسماه الليث " أمير المؤمنين " بعد ذهاب ملكهم وانقراض دولتهم، ولولا كونه عنده كذلك ما قال إلا " توفي يزيد ".

[العواصم من القواصم ط الأوقاف السعودية ص: 228]

اگر کہا جائے کہ یزید شرابی تھا تو ہم کہتے ہیں کہ بغیر دو گواہ کے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی تو کس نے اس بات کی گواہی دی ہے؟؟ بلکہ عادل لوگوں نے تو یزید کے عدل کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ یحیٰی بن بکیر نے روایت کیا کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے کہا: امیر المؤمنین یزید فلاں تاریخ میں فوت ہوئے۔ تو یہاں پر امام لیث

رحمہ اللہ نے یزید کو ''امیر المؤمنین'' کہا ہے ان کی حکومت اور ان کا دور ختم ہونے کے بعد۔ اگر ان کے نزدیک یزید اس درجہ قابل احترام نہ ہوتا تو یہ صرف یوں کہتے کہ یزید فوت ہوئے۔

امام ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ کی صراحت سے معلوم ہوا کہ کہ یزید رحمہ اللہ پر شرابی ،زانی،وغیرہ کے سارے الزامات مردود اور بے بنیاد ہیں۔ ہم کہتے ہیں بے بنیاد الزام تراشی کرنے والا جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

یہاں تک کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جن کی تحقیق عمر صدیق صاحب نے لشکر قسطنطنیہ کے حوالے سے پیش کرر کھی ہے، انہوں نے بھی اس بات کو تسلیم کرر کھا ہے کہ یزید کا شرابی اور تارک صلوٰۃ ہونا ثابت ہی نہیں۔

(دیکھیے: ماہنامہ الحدیث شمارہ:107 ص15)

یزید رحمہ اللہ کی تعریف وتوصیف

حافظ صاحب نے ایک اعتراض یہ بھی کیا تھا کہ کسی نے یزید کی تعریف میں ایک نقطہ تک نہیں لگایا

عرض ہے کہ نقطہ بہت چھوٹا ہوتا ہے ائمہ محدثین بلکہ مشہور تابعی امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یزید کو "امیر المومنین" کا شاندار لقب دے رکھا ہے۔

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یزید بن معاویہ کو امیر المؤمنین کہا:

امام خليفة بن خياط (المتوفى: 240) نے کہا:

قرئَ عَلَى ابْن بكير وَأَنا أسمع عَن اللَّيْث قَالَ توفّي أَمِير الْمُؤمنِينَ يَزِيد فِي سنة أَربع وَسِتِّينَ

[تاريخ خليفة بن خياط ص: 253]

اس کے علاوہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کو "امیر المؤمنین" کہا ہے

[تاريخ الأمم والرسل والملوك- الطبري 3/ 299 واسناده صحيح]

صحیح تاریخ الطبری کے محققین نے بھی اس روایت کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے اور اسے صحیح تاریخ الطبری میں نقل کیا ہے۔ دکتور شیبانی نے بھی طبری کی اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: مواقف المعارضه ص 342)

حسین رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا یزید کو امیر المؤمنین جیسے مقدس لقب سے متصف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی نظر میں یزید نیک اور صالح اور معتبر شخص تھے۔

صحابہ و تابعین تو یزید کو "امیر المومنین" کہتے تھے اور آپ فاسق، فاجر، بدکار اور شرابی بنائے بیٹھے ہیں۔

بوقت 55:35 بمطابق تقریر تقریب التھذیب سے یہ جرح پیش کی:

يزيد ابن معاوية ابن أبي سفيان الأموي أبو خالد ليس بأهل أن يروى عنه اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کی روایت کو قبول کیا جائے (بڑا زور دے کر یہ جملہ ادا کیا)۔

اس کے بعد بوقت 55:48 میزان الاعتدال کا حوالہ دیا:

يـزيـد بـن مـعـاويـة بـن أبـي سفـيـان الأمـوي.مقـدوح فـي عدالـتـه.لـيس بـأهل أن يـروى عنه.

یزید بن معاویہ جرح وتعدیل کے میزان میں:

کسی ایسے شخص کو جس نے حدیث کی روایت میں حصہ ہی نہیں لیا اسے جرح وتعدیل کی کسوٹی پر چڑھانا اصولاً غلط ہے۔ یہ ایک مستقل بحث ہے جو فی الوقت ہمارے اس مضمون کا موضوع نہیں۔ لیکن مختصراً چند باتیں عرض کیئے دیتے ہیں:

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ جرح وتعدیل کے میزان میں ان رواۃ سے بحث ہوتی ہے جنہوں نے احادیث کی روایت میں حصہ لیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس میزان سے ان راویوں کو پرکھا ہی نہیں جاسکتا جنہوں نے احادیث کو بیان کرنے میں حصہ ہی نہیں لیا۔

مثال کے طور پر یزید ہی کے معاصرین میں ایک عظیم شخصیت أويس بن عامر القرني کا نام ملتا ہے انہیں سیّد التابعین کہا جاتا ہے اس کے باوجود بھی انہوں نے احادیث روایت کی ہی نہیں اور ان کے حوالہ سے جو روایات ملتی ہے ہیں (جن کی تعداد صرف دو ہے) ان میں اویس کے نیچے کی سند صحیح نہیں ہے یعنی اویس قرنی کا ان احادیث کو بیان کرنا ثابت ہی نہیں ہے۔

اسی لئے ان کا نام آنے پر اہل فن نے یہی کہا ہے کہ حدیث کی روایت میں انہوں نے حصہ نہیں لیا اس لئے ان کے بارے میں جرح یا تعدیل کی کوئی بات نہیں کہی جاسکتی، چنانچہ:

امام ذهبي رحمه الله (المتوفى 748) نے کہا:

قلت: هذه عبارته، يريد أن الحديث الذي روى عن أويس في الإسناد إلى أويس نظر، ولولا أن البخاري ذكر أويساً في الضعفاء لما ذكرته أصلا، فإنه من أولياء الله الصادقين، وما روى الرجل شيئا فيضعف أو يوثق من أجله

[ميزان الاعتدال للذهبي: 1/ 279]

یعنی اویس قرنی سے جو روایت نقل کی جاتی ہے اس کا اویس قرنی سے بیان کرنا ثابت ہی نہیں ہے اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں ضعفاء میں نہ ذکر کیا ہوتا تو میں بھی سرے سے ان کا تذکرہ ہی نہیں کرتا کیونکہ یہ اللہ کے سچے اولیاء میں سے تھے اور انہوں نے کچھ روایت ہی نہیں کیا لہٰذا اس پہلو سے انہیں ضعیف کہنے یا ثقہ کہنے کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔

عرض ہے کہ بالکل یہی معاملہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ اویس القرنی ہی کی طرح انہوں نے بھی احادیث کی روایت کی ہی نہیں اور ان سے جو روایات منقول ہیں (جن کی تعداد دو ہے، یاد رہے اویس قرنی کی منقول مرویات کی بھی یہی تعداد ہے) ان میں یزید بن معاویہ سے نیچے کی سند صحیح نہیں ہے اس لئے ان احادیث کا روایت کرنا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں۔

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ کے پیش کردہ اصول کی روشنی میں اس پہلو سے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کو ضعیف کہنے یا ثقہ کہنے کی کوئی بنیاد ہے ہی نہیں۔

کسی راوی پر جرح کی اصل بنیاد اس کی مرویات ہی ہوتی ہے اور یزید نے چونکہ احادیث کی روایت میں حصہ لیا ہی نہیں اس لئے اس کی روایات کی بنیاد پر یزید کی عدالت و ضبط پر کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ یہی معاملہ اویس قرنی رحمہ اللہ کا ہے۔

جب یہ بات صاف ہوگئی کی یزید پر جرح کی لئے اس کی مرویات کو دلیل بنانے کے گنجائش نہیں ہے تو ظاہر ہے اب اس پر جرح کرنے کا حق صرف اسی کو ہے جو یزید کے دور کا ہے اور اس کے کسی عیب کا چشم دید گواہ ہے۔

یا بعد میں اس پر کوئی جرح کر رہا ہے تو اس کے پاس یزید کا کوئی عیب صحیح سند کے ساتھ مع ثبوت پہنچا ہو اس کے بغیر بعد کے لوگوں کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی جرح کا جواب:

اس اصولی بات کی وضاحت کے بعد عرض ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے یزید پر جرح کرتے ہوئے یہ دلیل دی کہ اس نے مدینہ میں لوٹ مار کی۔

عرض ہے کہ لوٹ مار کی بات بسند صحیح ثابت ہی نہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی ہے اس لئے اصل بنیاد منہدم ہونے کے سبب یہ جرح بھی منہدم و مردود اور غیر مقبول ہے۔

اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیں کہ یزید کی فوج میں سے کچھ لوگوں نے مدینہ میں لوٹ مار کیا تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ایسا یزید کے حکم سے ہوا۔

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں کے گروہ میں سے ایک شخص نے جنت کی بشارت یافتہ صحابی زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کا سر کاٹ کے علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر لایا:

[الطبقات الكبرى لابن سعد: 3/ 110 واسناده صحيح ، واخرج ايضا ابن عساكر من طريق ابن سعد به]

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہو۔

اسی طرح عمر بن سعد کربلا میں لشکر کے کمانڈر تھے اور ان کے سامنے ہی حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا عمر بن سعد کے حکم سے ہوا تھا اسی لئے محدثین نے عمر بن سعد کو ثقہ وصدوق تسلیم کیا اور ابن معین نے جب انہیں اس وجہ سے غیر ثقہ کہا کہ انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے تو ابن معین رحمہ اللہ کی اس بات کو رد کر دیا گیا کیونکہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ایسا عمر بن سعد کے حکم سے ہوا۔

امام ذھبی رحمہ اللہ کی جرح کا جواب:

آپ نے کہا:

يزيد بن معاوية بن أبي سفيان الأموي. روى عن أبيه. وعنه ابنه خالد، وعبد الملك بن مروان. مقدوح في عدالته. ليس بأهل أن يروى عنه. وقال أحمد بن حنبل: لا ينبغي أن يروي عنه.

[ميزان الاعتدال للذهبي: 4/ 440]۔

عرض ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی امام احمد ہی کے قول کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے جس کی وضاحت کی جاچکی ہے۔

اسی طرح اپنی دوسری کتاب میں امام ذہبی رحمہ اللہ یزید کو شرابی کہا ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ اس بات سے بھی امام ذھبی نے استدلال کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یزید کے شراب پینے والی بات اسی طرح دیگر الزامات محض گپ اور جھوٹ ہیں یعنی اصل بنیاد ہی ثابت نہیں اس لئے غیر ثابت بنیاد پر قائم جرح بھی مردود ہے۔

علاوہ بریں خود امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:

ويزيد ممن لا نسبه ولا نحبه، وله نظراء من خلفاء الدولتين، وكذلك في ملوك النواحي، بل فيهم من هو شر منه

یعنی یزید ان لوگوں میں سے ہے جسے نہ ہم برا کہتے ہیں اور جس سے نہ ہم محبت کرتے ہیں اور بعد کے خلفاء وبادشاہوں میں اس طرح کے اور بھی کئی لوگ ہیں بلکہ ان میں کئی لوگ ایسے ہیں تو یزید سے کہیں زیادہ برے ہیں۔ [سير أعلام النبلاء للذهبي: 4/ 36]

معلوم ہوا کہ امام ذہبی کی طرف سے سکوت والے موقف اور ان کی جرح میں تعارض ہے کیونکہ جرح کی بنیاد یزید کو برا بھلا کہنے والی باتیں ہیں لہذا خود امام ذہبی رحمہ اللہ کے اصول سے ان کی جرح منسوخ ہے یا پھر

سکوت والی بات سے ٹکرا کر ان کا دونوں قول ساقط ہو گیا جیسا کہ خود انہوں نے ہی یہ اصول پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا:

وقال ابن حبان: فحش خلافه للاثبات فاستحق الترك.وقال أبو حاتم الرازي: ليس عندي بمنكر الحديث، ليس بحديثه بأس.قلت: وروى عنه ابنه عبدالله، وذكره أيضا ابن حبان في الثقات فتساقط قولاه.

[میزان الاعتدال 2/ 552]

اس اصول سے امام ذہبی رحمہ اللہ کے دونوں موقف ایک دوسرے سے ٹکرا کر ساقط ہو گئے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی جرح کا جواب:

آپ نے تقریب میں لکھا:

ليس بأهل أن يروى عنه [تقريب التهذيب لابن حجر: رقم7777]

عرض ہے کہ یہ ہوبہو وہی الفاظ ہیں جو امام ذہبی نے لکھے ہیں معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ذہبی ہی کا قول یہاں پیش کیا ہے اور اوپر وضاحت کی جاچکی ہے کہ اس قول کی بنیاد ثابت نہیں ہے لہٰذا اصل بنیاد منہدم ہونے کے سبب یہ جرح بھی منہدم ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حافظ ذہبی نے بھی عمرو بن یحیٰی کو ابن معین کی طرف منسوب غیر ثابت جرح کی وجہ سے دیوان الضعفاء والمتروکین (۲/ ۲۱۲ ت ۳۲۲۳) وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور اصل بنیاد منہدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی منہدم ہے۔ [الحدیث :95ص82]

خلاصہ بحث:

جرح وتعدیل کے اعتبار سے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی مثال اویس قرنی رحمہ اللہ ہی کی طرح ہے راجح قول کے مطابق ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی احادیث بیان کرنا بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان حضرات کو احادیث کا بخوبی علم تھا۔

اب رہ جاتی ہیں معاصرین کی شہادتیں تو ان شہادتوں کی بنیاد پر اویس قرنی رحمہ اللہ بھی ثقہ ہیں اور یزید بن معاویہ رحمہ اللہ بھی ثقہ ہیں۔ اور رہی یزید سے متعلق شراب نوشی لوٹ مار وغیرہ کی باتیں تو یہ سب سبائیوں کی گھڑی ہوئی خرافات ہیں ان میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول:

بوقت 57:43 بمطابق تقریر فرماتے ہیں: اللہ کی قسم ابراہیم نخعی کا وہ قول ہے کہ اگر بالفرض حسینؓ کے قاتلوں میں میں شامل ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بخش دے اور میں جنت میں بھی چلا جاؤں، بتاؤ محمد رسول اللہ ﷺ کا سامنا میں کس منہ سے کروں گا؟

وہ قول دراصل یہ ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، ثنا سَعِيدُ بْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ الضَّبِّيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: «لَوْ كُنْتُ فِيمَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، ثُمَّ غُفِرَ لِي، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، اسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَمُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْظُرَ فِي وَجْهِي

(طبرانی کبیر ج 3 ص 112)

اس سے کس طرح استدلال کیا یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ یزید نے سیدنا حسین کو شہید کرنے کا حکم دیا اس کا کوئی ثبوت پیش کرنا کہ یزید بن معاویہ نے ایسا کوئی حکم دیا تھا بہر حال حافظ صاحب کے ذمہ ہے۔

اسکے بعد حُبِّ اہلبیت اور صحابہؓ کے متعلق جو باتیں کیں ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں کیونکہ صحابہؓ اور اہلبیت کے دشمن یقیناً رافضی ہیں۔

ب وقت 59:30 کہا کہ جب سیدنا حسینؓ کے قتل کی خبر آئی تو ام المومنین ام سلمہ غش کھا کر گر گئیں اور کہا اللہ کی قسم میں نے آج جنوں کو روتے ہوئے سنا ہے۔ (حوالہ نہیں دیا)

دوسرا یہ روایت البدایہ والنہایہ میں موجود ہے لیکن شیخ صاحب شاید اس سے ماتم ثابت کرنا چاہتے ہیں واللہ اعلم کیونکہ اس سے یزید پر طعن کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔

مسند احمد کا ایک حوالہ ہے ذرا حافظ صاحب کے لیے غور طلب ہونا چاہیے:

حدثنا أبو النضر هاشم بن القاسم حدثنا عبد الحميد يعني ابن بهرام قال حدثني شهر بن حوشب قال سمعت أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم حين جا نعي الحسين بن علي لعنت أهل العراق فقالت قتلوه قتلهم الله غروه وذلوه قتلهم الله

(مسند أحمد| ط: الرسالة| حـ 26550)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب انہیں حضرت حسینؓ کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے اہل عراق پر لعنت بھیجتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے حسینؓ کو شہید کر دیا ان پر اللہ کی مار ہو انہوں نے حسینؓ کو دھوکہ دے کر تنگ کیا ان پر اللہ کی مار ہو۔

یہاں تو حضرت ام سلمہؓ نے حسینؓ کے قتل کا ذمہ دار اہل عراق کو بتلایا ہے جبکہ حافظ صاحب نے پورا زور اس بات پر لگا دیا ہے کہ اس کا اصل ذمہ دار یزید تھا حالانکہ یہ عجیب بات ہے۔

بوقت 01:00:13 کہا: امام عبد الرحمنٰ مبارکپوری رحمہ اللہ نے لکھا کہ یزید نے اس (عبید اللہ بن زیاد) کو گورنر بنایا تھا کوفہ کا۔۔ عبید اللہ بن زیاد نے پیغمبر (ﷺ) کے بیٹے حسینؓ کو اس (یزید) کی امارت میں قتل کیا۔

عبید اللہ بن زیاد کا ہم دفاع نہیں کرتے لیکن یہ حوالہ حافظ صاحب کے ہی خلاف ہے کیونکہ قتلِ حسینؓ کا ذمہ دار انہوں نے پہلے یزید کو ٹھہرایا اور اب اس کی ذمہ داری ابن زیاد پر ڈال دی ہے۔

بوقت 01:01:49 پر کہا: کسی نے "رحمۃ اللہ علیہ" نہیں کہا، کسی نے تعریف نہیں کی، ظالم بادشاہ تھا، فاسق تھا، قتلِ حسینؓ سے بری نہیں، صحابہ کا قاتل تھا۔۔ کعبہ کی توہین کرنے والا تھا۔اور اس کے خلاف پیغمبر (ﷺ) نے اپنی زندگی میں امت کو خبردار کیا: "تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ" یہ حدیثیں موجود ہیں اور شارحین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اس سے مراد یزید بن معاویہ ہے۔

پہلی بات عرض ہے کہ حافظ صاحب پوری تقریر میں یہ باتیں بار بار دہراتے رہے ہیں کہ قتلِ حسینؓ سے بری نہیں، صحابہؓ کا قاتل تھا وغیرہ وغیرہ لیکن ہم قارئین سے کہتے ہیں آپ پوری تقریر سنتے چلے جائیں آپکو یہ دعوے تو ملیں گے لیکن حافظ صاحب اپنے ان دعوں کی کوئی ٹھوس اور صریح دلیل پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔

کیا یزید کو "رحمۃ اللہ علیہ" کہنا جائز ہے؟

جہاں تک "رحمۃ اللہ علیہ " کہنے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شرعی قباحت مانع نہیں کہ یزید کو "رحمہ اللہ" نہ کہا جائے۔ اس پر تفصیلی بحث کرنے کی بجائے ہم یہاں صرف ایک حوالہ پیش کرکے اس مسئلہ میں "مسلک اہلحدیث" واضح کردیتے ہیں:

فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ فلاں آدمی یزید بن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجتا ہے لیکن زید کہتا ہے کہ ان پر لعنت بھیجنا گناہ ہے اور کہتا ہے کہ ان کے لیئے "رحمۃ اللہ علیہ" استعمال کرنا چاہیئے کیا زید اپنے دعوے میں سچّا ہے؟

الجواب بعون الوھاب: واضح ہو کہ زید کا موقف بلاشبہ درست اور صحیح ہے اور وہ اپنے دعوے میں سچّا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ یزید پر لعنت اس لیئے روا رکھی جارہی ہے کہ انہوں نے یا تو حضرت حسینؓ کو شہید کیا تھا یا شہید کرنے کا حکم دیا تھا یا اس پر خوش ہوئے تھے مگر ہمارے نزدیک یہ تینوں باتیں غلط ہیں کیونکہ یزید نے حضرت حسینؓ کو قتل نہیں کیا تھا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج10 ص46)

فتاویٰ علمائے حدیث کے اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ علمائے اہلحدیث یزید رحمہ اللہ کے لیئے "رحمۃ اللہ علیہ" کہنے کے قائل ہیں اور اسے صحیح و درست سمجھتے ہیں۔

حافظ صاحب نے ایک اعتراض یہ بھی کیا تھا کہ کسی نے یزید کو "نامزد" "رحمۃ اللہ علیہ" نہیں کہا۔

ہم کہتے ہیں لسان المیزان کے جس صفحہ سے حافظ صاحب نے عمر بن عبد العزیز کی 20 کوڑوں والی روایت پیش کی ہے اسی صفحہ پر یہ روایت بھی موجود ہے:

وقال ابن شوذب: سمعت إبراهيم بن أبي عبلة يقول: سمعت عمر بن عبد العزيز يترحم على يزيد بن معاوية.

(لسان المیزان ج 8 ص 507)

محدث عبد اللہ بن شوذب سے روایت ابراہیم نے کہا میں نے خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو یزید پر "رحمہ اللہ" کہتے سنا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آپکی 20 کوڑوں والی روایات کونسی صحیح ہے؟ اگر اسے صحیح مانتے ہیں تو اسے بھی مان لیں۔ ورنہ وہ روایت بھی پیش نہیں کرنی چاہیئے تھی۔

آپ کے اس اعتراض پر ہم ایک الزامی جواب دیتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی محدث نے "اویس قرنی" کو "نامزد" "رحمۃ اللہ علیہ" کہا ہے؟

اگر کہا ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں اور اگر نہیں کہا تو پھر آپ کا صرف یزید پر یہ اعتراض باطل اور مردود ہے۔

دوسری بات جیسا حافظ صاحب نے کہا: اور اس کے خلاف پیغمبر (ﷺ) نے اپنی زندگی میں امت کو خبردار کیا: "تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ" یہ حدیثیں موجود ہیں اور شارحین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اس سے مراد یزید بن معاویہ ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کیا یہ احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے سنی نہیں تھیں یا سن کر بھلا دیں تھیں؟ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بقول آپ کے پیغبر ﷺ کے خبردار کرنے کے، یزید کو خلیفہ بنا دیا اور صحابہ کرامؓ بھی چپ چاپ ان احادیث کی خلاف ورزی دیکھتے رہے بلکہ صرف 4 یا 5 کے سوا تمام صحابہ کرامؓ نے خود بھی یزید کی بیعت کرکے اسے خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین تسلیم کر لیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

اور جن شارحین نے بقول آپ کے "بالاتفاق" لکھا ہے کہ ان احادیث سے مراد یزید بن معاویہ ہے ان میں سے کم از کم 5 شارحین کے نام ہی لے دیتے۔۔ تاکہ "بالاتفاق" کا بھی پتا چل جاتا۔

کیا یزید رحمہ اللہ پر سکوت کرنے والے ناصبی ہیں؟

01:02:21 پر کہا: حضرات اب آیئے ایک اور غلط فہمی۔۔ **کہتے ہیں جی ابن تیمیہ نے کہا ہے چپ رہیں**، ابن تمیہ نے کہا ہے۔۔ چپ۔۔ **یہ "چپ شاہ" بھی ناصبی ہیں**۔ ناصبیوں کے درجے ہیں (یعنی جو یزید بن معاویہ کو برا بھلا نہ کہے وہ بھی حافظ صاحب کے مطابق ناصبی ہے)

امام ذہبی بھی اس حساب سے ناصبی ہیں:

ويزيد ممن لا نسبه ولا نحبه، وله نظراء من خلفاء الدولتين، وكذلك في ملوك النواحي، بل فيهم من هو شر منه

یعنی یزید ان لوگوں میں سے ہے جسے نہ ہم برا کہتے ہیں اور جس سے نہ ہم محبت کرتے ہیں اور بعد کے خلفاء وبادشاہوں میں اس طرح کے اور بھی کئی لوگ ہیں بلکہ ان میں کئی لوگ ایسے ہیں جو یزید سے کہیں زیادہ برے ہیں۔ (سير أعلام النبلاء للذهبي 4/ 36)

امام ابن تیمیہ بھی ناصبی ٹھہرے اس حساب سے:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثَلَاثُ فِرَقٍ: فِرْقَةٌ لَعَنَتْهُ وَفِرْقَةٌ أَحَبَّتْهُ وَفِرْقَةٌ لَا تَسُبُّهُ وَلَا تُحِبُّهُ وَهَذَا هُوَ الْمَنْصُوصُ عَنْ الْإِمَامِ أَحْمَد وَعَلَيْهِ الْمُقْتَصِدُونَ مِنْ أَصْحَابِهِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ. قَالَ صَالِحُ بْنُ أَحْمَد: قُلْت لِأَبِي إنَّ قَوْمًا يَقُولُونَ إنَّهُمْ يُحِبُّونَ يَزِيدَ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ وَهَلْ يُحِبُّ يَزِيدَ أَحَدٌ يُؤْمِنُ بِاَللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ؟ فَقُلْت: يَا أَبَتِ فَلِمَاذَا لَا تَلْعَنُهُ؟ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ وَمَتَى رَأَيْت أَبَاك يَلْعَنُ أَحَدًا. وَقَالَ مُهَنَّا: سَأَلْت أَحْمَد عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ. فَقَالَ: هُوَ الَّذِي فَعَلَ بِالْمَدِينَةِ مَا فَعَلَ قُلْت: وَمَا فَعَلَ؟ قَالَ: قَتَلَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَعَلَ. قُلْت: وَمَا فَعَلَ؟ قَالَ: نَهَبَهَا قُلْت: فَيُذْكَرُ عَنْهُ الْحَدِيثُ؟ قَالَ: لَا يُذْكَرُ عَنْهُ

حَدِيثٌ. وَهَكَذَا ذَكَرَ الْقَاضِي أَبُو يَعْلَى وَغَيْرُهُ. وَقَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ المقدسي لَمَّا سُئِلَ عَنْ يَزِيدَ: فِيمَا بَلَغَنِي لَا يُسَبُّ وَلَا يُحَبُّ. وَبَلَغَنِي أَيْضًا أَنَّ جَدَّنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ سُئِلَ عَنْ يَزِيدَ. فَقَالَ: لَا تُنْقِصْ وَلَا تَزِدْ. وَهَذَا أَعْدَلُ الْأَقْوَالِ فِيهِ وَفِي أَمْثَالِهِ وَأَحْسَنِهَا

(مجموع الفتاویٰ ج 4 ص 483)

لوگ تین فرقوں میں تقسیم ہوگئے ہیں ایک گروہ تو اس پر سب وشتم اور لعنت کرتا اور دوسرا اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور تیسرا نہ تو اس سے محبت اور نہ ہی اس پر سب وشتم کرتا ہے، امام احمد رحمہ اللہ تعالی اوران کے اصحاب وغیرہ سے یہی منقول ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی کے بیٹے صالح بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ: کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم یزید سے محبت کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ اے بیٹے کیا یزید کسی سے بھی جو اللہ تعالی اوریوم آخرت پر ایمان لایا ہو سے محبت کرتا ہے تو میں نے کہا تو پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے ؟ تو انہوں نے جواب دیا بیٹے تو نے اپنے باپ کو کب دیکھا کہ وہ کسی پر لعنت کرتا ہو۔

اورابو محمد المقدسی سے جب یزید کے متعلق پوچھا گیا تو کچھ مجھ تک پہنچا ہے کہ نہ تو اسے سب وشتم کیا جائے اور نہ ہی اس سے محبت کی جائے، اور کہنے لگے: مجھے یہ بھی پہنچا ہے کہ کہ ہمارے دادا ابوعبداللہ بن تیمیہ رحمہ اللہ سے یزید کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: ہم نہ تو اس میں کچھ کمی کرتے ہیں اور نہ ہی زیادتی ،۔ اقوال میں سب سے زیادہ عدل والا اوراچھا وبہتر قول یہی ہے۔

اور مزید لکھا:

وَالْإِعْرَاضُ عَنْ ذِكْرِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَامْتِحَانِ الْمُسْلِمِينَ بِهِ فَإِنَّ هَذَا مِنْ الْبِدَعِ الْمُخَالِفَةِ لِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ (مجموع الفتاوی ج 3 ص 414)

اور یزید بن معاویہ کے ذکر سے اعراض کرنا چاہئے اس سے مسلمانوں کو امتحان میں نہیں ڈالنا چاہئے پس یہ بدعت ہے اور اہل سنت والجماعت کی مخالفت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس حساب سے ناصبی ہیں:

امام أبو بکر، الخلال (المتوفی:311) نے کہا:

أخبرني أحمد بن محمد بن مطر وزكريا بن يحيى أن أبا طالب حدثهم قال سألت أبا عبدالله من قال لعن الله يزيد بن معاوية قال لا أتكلم في هذا قلت ما تقول فإن الذي تكلم به رجل لا بأس به وأنا صائر إلى قولك فقال أبو عبدالله قال النبي لعن المؤمن كقتله وقال خير الناس قرني ثم الذين يلونهم وقد صار يزيد فيهم وقال من لعنته أو سببته فاجعلها له رحمة فأرى الإمساك أحب لي

[السنة للخلال 3/ 521 رقم 846 قال المحقق: إسناده صحيح وهو كذلك]-

ابو طالب عصمہ بن ابی عصمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: جو کہے کہ یزید بن معاویہ پر اللہ کی لعنت ہو اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ جس نے یہ بات کہی ہے وہ معتبر آدمی ہے اور میں آپ کے قول کو اپناؤں گا! تو امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے“، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ”سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان کا زمانہ جو اس کے بعد آئیں گے“۔۔اور یزید اس دور کے لوگوں میں شامل ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ” میں نے جس پر لعنت کی یا برا بھلا کہا تو اے اللہ اسے اس کے حق میں رحمت بنادے“، اس لئے خاموشی ہی میرے نزدیک بہتر ہے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ یزید بن معاویہ کو مؤمن اور خیر القرون کی فضیلت کا مستحق سمجھتے تھے اور اس کے بارے میں سکوت فرماتے تھے۔

محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی اس حساب سے ناصبی ہیں:

اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی ناصبی ہو گئے کیونکہ اولّ جیش کی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں **"یزید کے بارے میں سکوت کرنا چاہیئے۔"** (تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات۔ج1ص311)

مزید اس میں علمائے عرب وعجم کے حوالے بھی دیے جاسکتے ہیں وہ بھی ناصبی ہی ٹھہرے حافظ عمر صدیق کے فتویٰ سے۔

شیخ مقصود الحسن فیضی،، شیخ ظفر الحسن مدنی، شیخ سیّد معراج ربانی، شیخ توصیف الرحمٰن راشدی، شیخ طالب الرحمٰن زیدی، شیخ سیّد طیب الرحمٰن زیدی مفتی، مبشر احمد ربانی، ڈاکٹر ذاکر نائیک، حافظ عبد المنان نوری پوری وغیر ھم یہ سب ہی ناصبی بن گئے حافظ عمر صدیق کے فتوی سے۔

بوقت 1:02:51 بمطابق تقریر: ہو شاہ، یزید کی حمایت کرے میں کہتا ہوں دو نمبر شاہ ہے۔

اگر ہمیں حافظ صاحب کے بارے میں حسن ظن نہ ہوتا تو ہم یہ اشارہ شیخ طالب الرحمٰن شاہ، سیّد طیب الرحمٰن زیدی حفظہ اللہ وغیرہ کی طرف سمجھتے لیکن حافظ صاحب کی اس سے کون سے **"شاہ صاحب"** مراد ہیں یہ تو وہ ہی بتا سکتے ہیں۔

بوقت 01:03:10 بمطابق تقریر: ہو تیری بیٹی دربار میں اور کرنے والے اسکی عزت کا مزاق اڑائیں۔

ہم کہتے ہیں یہ ایسی بات ہے جو شیعہ سے چوری کی گئی ہے۔۔۔

یزید رحمہ اللہ کا محمد بن حنفیہؒ کے ساتھ حُسن سلوک:

جبکہ اس معاملہ میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

وَقَالَ الْمَدَائِنِيُّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ دَخَلْنَا الْكُوفَةَ، فَلَقِيَنَا رَجُلٌ، فَدَخَلْنَا مَنْزِلَهُ فَأَلْحَفَنَا، فَنِمْتُ، فَلَمْ أَسْتَيْقِظْ إِلَّا بِحِسِّ الْخَيْلِ فِي الْأَزِقَّةِ، فَحَمَلْنَا إِلَى يَزِيدَ، فَدَمَعَتْ عَيْنُهُ حِينَ رآنا، وأعطانا ما شئنا، وقال لي: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي قَوْمِكَ أُمُورٌ، فَلَا تَدْخُلَ مَعَهُمْ فِي شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَا كَانَ، كَتَبَ مَعَ مُسْلِمِ بْنِ عُقْبَةَ كِتَابًا فِيهِ أَمَانِي، فَلَمَّا فَرَغَ مُسْلِمٌ مِنَ الْحَرَّةِ بَعَثَ إِلَيَّ، فَجِئْتُهُ وَقَدْ كَتَبْتُ وَصِيَّتِي، فَرَمَى إِلَيَّ بِالْكِتَابِ، فَإِذَا فِيهِ: اسْتَوْصِ بِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ خَيْرًا، وَإِنْ دَخَلَ مَعَهُمْ فِي أَمْرِهِمْ فَأَمِّنْهُ وَاعْفُ عَنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ فَقَدْ أَصَابَ وَأَحْسَنَ

علی ابن الحسین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو ہم کوفہ پہنچے ہم سے ایک آدمی نے ملاقات کی ہم اس کے گھر داخل ہوئے اس نے ہمارے سونے کا بندوبست کیا اور میں سو گیا۔ پھر

گلیوں میں گھوڑوں کی آواز سے میری نیند کھلی پھر ہم یزید بن معاویہ کے پاس پہنچائے گئے تو جب یزید معاویہ نے ہمیں دیکھا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں یعنی وہ رو پڑے پھر انہوں نے ہمیں وہ سب کچھ دیا جو ہم نے چاہا اور مجھ سے کہا: آپ کے یہاں کچھ معاملات پیش آئیں گے آپ ان لوگوں کے کسی معاملہ میں شرکت مت کیجئے گا۔ پھر جب اہل مدینہ کی طرف سے یزید کی مخالفت ہوئی تو مسلم بن عقبہ کو یزید بن معاویہ نے خط لکھا جس میں انہوں نے مجھے امان دی۔ اور جب مسلم حرہ کے واقعہ سے فارغ ہوئے تو مجھے بلوایا تو میں ان کے پاس حاضر ہوا اور میری وصیت لکھی جا چکی تھی تو انہوں نے مجھے وہ خط دیا اس میں لکھا ہوا تھا: علی ابن الحسین کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا اگر وہ اہل مدینہ کے معاملہ میں شریک ہو جائیں تو بھی انہیں امان دینا اور انہیں معاف کر دینا اور اگر وہ ان کے ساتھ شریک نہ ہوئے تو یہ انہوں نے بہت اچھا اور بہتر کیا۔

(تاریخ الإسلام ت بشار 2/ 583 واسنادہ صحیح)

اہلِ بیت نے یزید رحمہ اللہ کی بیعت نہیں توڑی تھی:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقد كان عبد الله بن عمر بن الخطاب وجماعات أهل بيت النبوة ممن لم ينقض العهد ولا بايع أحدا بعد بيعته ليزيد (البداية والنهاية لابن كثير : 8/ 232)

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی جماعتوں نے یزید کے بیعت نہیں توڑی اور یزید کی بیعت کرنے کے بعد کسی اور کی بیعت بالکل نہیں کی۔

بوقت 01:05:06 حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ دیا مگر پوری عبارت نہیں پڑھی۔

مکمل عبارت اس طرح ہے:

وَذَلِكَ أَن الاعتبارات متعارضة وَالْوُجُوه متجاذبة، وَلَا يُمكن أم يكون تَفْضِيل كل أحد من الْقرن الْفَاضِل على كل أحد من الْقرن الْمَفْضُول كَيفَ وَمن الْقُرُون الفاضلة اتِّفَاقًا من هُوَ مُنَافِق أَو فَاسق وَمِنْهَا الْحجَّاج. وَيزِيد بن مُعَاوِيَة. ومختار. وغلمة من

قُرَيْش الَّذين يهْلكُونَ النَّاس وَغَيرهم مِمَّن بَين النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سوء حَالهم، وَلَكِن الْحق أَن جُمْهُور الْقرن الأول أفضل من جُمْهُور القرن الثَّانِي وَنَحْو ذَلِ

"اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اعتبارات متعارض ہیں اور وجوہات ایک دوسرے سے باہم ملے ہوئے ہیں اور یہ ممکن نہیں اور یا یہ کہ فاضل دور کے ہر فرد کی فضیلت ہو مفضول دور کے ہر فرد پر اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ قرون فاضلہ میں بھی متفقہ طور پر وہ لوگ بھی ہین جو فاسق، منافق ہیں اور انھیں میں سے حجاج بھی ہے اور یزید بن معاویہ بھی اور مختار اور قریش کے وہ لونڈے بھی جو ہلاک کرتے ہیں لوگوں کو اور ان کے علاوہ بھی ہیں جن کے برے حال کے متعلق نبی اکرم نے بیان فرمادیا ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ قرن اول کے جمھور عوام قرن ثانی کے جمھور عوام سے بہتر ہیں اور اسی طرح سمجھتے جائیں کہ قرن دوم کی جمھور قرن ثالث کی جمھور سے بہتر ہے۔

یہاں بھی وہی فاسق و منافق کا بے بنیاد الزام جس کی کوئی حیثیت نہیں دوسرا یہاں شہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھ دیا ہے "لیکن حق بات یہ ہے کہ قرن اول کے جمہور عوام قرن ثانی کے جمہور عوام سے بہتر ہیں اور اسی طرح سمجھتے جائیں کہ قرن دوم کی جمہور قرن ثالث کی جمھور سے بہتر ہے"۔ اس لیئے یزید رحمہ اللہ کو یہ فضیلت حاصل ہے۔

یزید کے متعلق اہلحدیث کا موقف

حافظ عبد المنان نورپوری رحمہ اللہ کی زبانی:

اس کا جواب پہلے بھی کئی بار دے آئے ہیں کہ یزید کا فاسق فاجر ہونا ثابت نہیں۔ یہاں ثبوت کے لیئے ہم حافظ عبد المنان نورپوری کا موقف نقل کر رہے ہیں:

"سوال: یزید کے متعلق اہلحدیث کا کیا موقف اور نظریہ ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔۔۔ کہتے ہیں کہ یزید شراب پیتا تھا اور اچھے کام نہیں کرتا تھا؟

اس کے جواب میں حافظ عبد المنان نورپوری کہتے ہیں:

جواب: مومن اور مومنوں کا حکمران کئی صحابہؓ نے بھی ان کی بیعت کی ہوئی تھی۔"

(احکام و مسائل ج1 ص479)

عمر صدیق صاحب پوری تقریر میں بار بار جو فاسق، فاجر، شرابی وغیرہ کہتے رہے اس پر حافظ عبد المنان نورپوری نے ٹھنڈا پانی پھیر کے اہلحدیث کا منہج بتا دیا کہ یزید مومن تھا اور مومنوں کا حکمران تھا یہ شرابی، زانی وغیرہ کے سارے الزامات باطل ہو گئے۔

حافظ عمر صدیق حفظہ اللہ کا اضطراب.....!

بوقت 01:06:12 کہا: حسین کا قاتل بھی یہی ہے۔ لیکن چونکہ نامزد لعنت ممنوع ہے۔ اس لیئے ہم کہیں گے --وَأَمَّا مَنْ قَتَلَ " الْحُسَيْنَ " أَوْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِهِ أَوْ رَضِيَ بِذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ؛ (مجموع الفتاویٰ ج4ص487)

اور جس نے حسین کو قتل کیا، حسین کے قتل پر راضی ہوا، حسین کے قتل میں مدد کی، اللہ کی بھی اس پہ لعنت، فرشتوں کی بھی اس پہ لعنت اور لوگوں کی بھی لعنت۔

بلاشبہ لعنت ہو لیکن یزید کے متعلق ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے کہ قتل حسینؓ کا حکم دیا ہو یا اس پر راضی ہی ہوا ہو البتہ اس کے خلاف روایات موجود ہیں کہ یزید کو قتل حسینؓ کی جب خبر ملی تو وہ غمگین ہو گیا اور کہا ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر لعنت ہو جس نے ایسا کام کیا۔ اس لیئے حافظ صاحب کے بیانات متضاد ہیں کیونکہ شروع میں کہ آئے ہیں کہ عراقی قاتل ہیں اور عبد اللہ ابن عمرؓ اور ام سلمہؓ کے اثار دلیل کے طور پر پیش کیئے۔ اب یہاں صاف یہی کہ دیا کہ "حسینؓ کا قاتل بھی یہی (یزید) ہے"۔

اور اس سے بالکل متصل بعد بوقت 01:06:57 پر کہتے ہیں: عبید اللہ بن زیاد قاتل ہے، کہتے ہیں جی قاتل ہے، کئی تو ایسے ہٹ دھرم ہیں کہتے ہیں جو وہ بھی نہیں قاتل۔۔ کہتے ہیں جی جب وہ (حسینؓ کا) سر لے کر گیا تھا یزید کے پاس کیا اس نے عبید اللہ بن زیاد کا سر اتارا تھا؟

یعنی ہر ایک منٹ کے بعد حافظ صاحب کے بیان بدل جاتے ہیں کبھی کہتے ہیں عراقی قاتل ہیں، کبھی کہتے ہیں، یزید خود قاتل تھا اور کبھی کہتے ہیں جی ابن زیاد قاتل ہے اور مخالفین بھی مانتے ہیں کہ ابن زیاد قاتل ہے۔ یہ بڑا عجیب معاملہ ہے۔

دوسرا یہاں پر جو انہوں نے کہا کہ حسینؓ کا سر یزید کے پاس لے جائے گا تھا تو یہ بات ہمیں کسی صحیح سند کے ساتھ نہیں مل سکی اگر حافظ صاحب کے پاس کوئی صحیح روایت موجود ہے تو پیش کریں۔ اور زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ بیان بھی حافظ صاحب کے اپنے سابقہ بیان کے خلاف ہے کیونکہ

بوقت 12:16 کہا: محمد بن حنفیہ کا بھائی حسین مظلوم شہید کر دیا جائے۔ اس کے سر کو تخت پر ڈال کر پھرایا جائے، گھمایا جائے اور قاتل اس کے چہرے کی توہین کرے، وہ چہرہ جس چہرے کو میرے پیغمبر (ﷺ) نے بوسوں سے مزئین کیا۔۔ لکڑیاں مارتا تھا ظالم اس پہ۔

معلوم نہیں حافظ صاحب نے یہ سر تخت پر ڈال کر گھمانے پھرانے والا واقعہ علامہ طالب جوہری سے سنا ہے یا خانم طیبہ بخاری سے؟ کسی اہلحدیث نے تو شاید اس واقعہ کی تصحیح نہیں کی۔

اس کے علاوہ یہ لکڑیاں کون مارتا تھا؟ یزید یا ابن زیاد؟ اگر آپ کہیں کہ یہ ابن زیاد تھا تو آپکا یہ کہنا جھوٹ ثابت ہوا کہ حسینؓ کا سر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تھا۔ اور دوسرا آپ نے خود ہی سنن ترمذی کتاب المناقب سے وہ روایت پیش کی تھی کہ جب ابن زیاد مرا تو ایک سانپ آتا تھا اور اس کے چہرے پر ڈنگ مارتا تھا وغیرہ۔۔ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اسی جگہ ڈنگ مارتا تھا جس جگہ ابن زیاد حسینؓ کے چہرے پر مارتا تھا۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ وہ چہرے پر مارتا تھا یا صرف اشارہ کرتا تھا لیکن کم از کم اس سے ایک بار پھر آپ کے اپنے بیان کی آپ نے خود تکذیب کر دی کہ حسینؓ کا سر یزید کے پاس بھیجا گیا تھا کیونکہ بقول آپ کے لکڑی مارنے والا یزید نہیں بلکہ ابن زیاد تھا۔

اور آئیے اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

وَأَمَّا حَمْلُهُ إِلَى عِنْدِ يَزِيدَ. فَبَاطِلٌ. وَإِسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ (منهاج السنة ج 8 ص 104)

اور (سر) یزید کی طرف لے جایا گیا، پس یہ باطل ہے اور اس کی سند منقطع ہے۔

اس سے پتا چلا کہ حافظ صاحب کا یہ دعویٰ محض باطل ہے کہ حسینؓ کا سر یزید کے پاس لے جایا گیا تھا جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی صراحت سے بھی معلوم ہو گیا ہے۔

بوقت 01:08:15 بمطابق تقریر کہا: ایمانداری نال دسیو گیس مہنگی ھو گئی اے کون ذمہ دار اے۔ حکومت،(ایمانداری سے بتائیں گیس مہنگی ہوگئی ہے اس کا زمہ دار کون ہے۔۔ حکومت)

عرض ہے کہ گیس حکومت کے حکم پر مہنگی ہوئی ہے جبکہ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ یزید رحمہ اللہ کے حکم پر نہیں ہوا تھا نہ ہی حافظ صاحب اس کا ثبوت پیش کر سکے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا اپنے سابقہ موقف اور جرح سے رجوع:

بوقت 01:10:20 بمطابق تقریر ابن تیمیہؒ کے مجموع الفتاویٰ سے ایک روایت پیش کی جس کی اصل عبارت کتاب السنۃ للخلال میں ہے جو کچھ اس طرح ہے:

أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ :ثنَا مُهَنًّى، قَالَ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: هُوَ فَعَلَ بِالْمَدِينَةِ مَا فَعَلَ؟ قُلْتُ: وَمَا فَعَلَ؟ قَالَ: قَتَلَ بِالْمَدِينَةِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَعَلَ، قُلْتُ: وَمَا فَعَلَ؟ قَالَ: نَهَبَهَا، قُلْتُ: فَيُذْكَرُ عَنْهُ الْحَدِيثُ؟ قَالَ: لَا يُذْكَرُ عَنْهُ الْحَدِيثُ، وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَكْتُبَ عَنْهُ حَدِيثًا، قُلْتُ لِأَحْمَدَ: وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ حِينَ فَعَلَ مَا فَعَلَ؟ قَالَ: أَهْلُ الشَّامِ؟ قُلْتُ لَهُ: وَأَهْلُ مِصْرَ، قَالَ: لَا، إِنَّمَا كَانَ أَهْلُ مِصْرَ مَعَهُمْ فِي أَمْرِ عُثْمَانَ رَحِمَهُ اللهُ

ترجمہ: مھنی بن یحیی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے یزید بن معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ وہی ہے جس نے مدینہ میں وہ کیا جو کیا، میں نے کہا: کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا: مدینہ میں متعدد صحابہ کو قتل کیا اور بھی کیا، میں نے کہا: اور کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا: مدینہ میں لوٹا، میں نے کہا: تو کیا اس سے حدیث بیان کی جائے؟ انہوں نے کہا: اس سے حدیث بیان نہ کی جائے اور کسی کے لئے مناسب نہیں کہ اس سے حدیث لکھے، میں نے امام موصوف سے کہا: اس وقت مدینہ میں اس کے ساتھ کون لوگ تھے جب اس نے مدینہ میں وہ کیا جو کیا؟ انہوں نے کہا: اہل شام تھے، میں نے کہا: اور اہل مصر؟ انہوں نے کہا: نہیں، مصر والے تو عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں ان کے ساتھ تھے۔

لیکن بہتر تھا اس سے اگلی روایت بھی بیان کر دیتے جس میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا اپنی اس جرح سے رجوع بھی ثابت ہے۔

امام ابو بکر الخلال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَطَرٍ، وَزَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، أَنَّ أَبَا طَالِبٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ: مَنْ قَالَ: لَعَنَ اللَّهُ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ؟ قَالَ: لَا أَتَكَلَّمُ فِي هَذَا "، قُلْتُ: مَا تَقُولُ؟ فَإِنَّ الَّذِي تَكَلَّمَ بِهِ رَجُلٌ لَا بَأْسَ بِهِ، وَأَنَا صَائِرٌ إِلَى قَوْلِكَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ» وَقَالَ: «خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ» ، وَقَدْ صَارَ يَزِيدُ فِيهِمْ، وَقَالَ: «مَنْ لَعَنْتَهُ أَوْ سَبَبْتَهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ رَحْمَةً» ، فَأَرَى الْإِمْسَاكَ أَحَبُّ لِي

راوی کہتا ہے میں نے ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) سے اس آدمی کے بارے پوچھا جو کہتا ہے یزید بن معاویہ پر اللہ لعنت کرے تو فرمایا کہ میں اس بارے کلام نہیں کرتا میں نے کہا کہ جس نے یہ بات کی ہے اس میں کوئی برائی نہیں لیکن میں آپ کی بات مانوں گا امام احمد نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مومن کو لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے اور کہا تھا بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے اور یزید انھیں میں سے تھا اور آپ نے کہا تھا اللہ جس کو میں نے لعنت کی یا برا بھلا کہا تو اس کے لئے اس امر کو باعث رحمت بنادے لہٰذا میں خاموشی ہی اپنے لیے پسندیدہ جانتا ہوں۔ (السنۃ للخلال۔ رقم 846)

01:13:10 مطابق تقریر عمر صدیق اس روایت میں سے ایک لائن پڑھی:

حدثنا أحمد بن منيع حدثنا سريج بن النعمان حدثنا حشرج بن نباتة عن سعيد بن جمهان قال حدثني سفينة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الخلافة في أمتي ثلاثون سنة ثم ملک بعد ذلک ثم قال لي سفينة أمسک خلافة أبي بكر ثم قال وخلافة عمر وخلافة عثمان ثم قال لي أمسک خلافة علي قال فوجدناها ثلاثين سنة قال سعيد فقلت له إن بني أمية يزعمون أن الخلافة فيهم قال كذبوا بنو الزرقا بل هم ملوک من شر الملوک قال أبو عيسى وفي الباب عن عمر وعلي قالا لم يعهد النبي صلى الله عليه وسلم في الخلافة شيا وهذا حديث حسن قد رواه غير واحد عن سعيد بن جمهان ولا نعرفه إلا من حديث سعيد بن جمهان

احمد بن منیع، سریج بن نعمان، حشرج بن نباتہ، سعید بن جمہان، حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں تیس سال تک خلافت رہے گی پھر بادشاہت آ جائے گی سفینہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ م کی خلافت گن لو یہ پورے تیس سال ہیں سعید نے عرض کیا بنوامیہ سمجھتے ہیں کہ خلافت انہی میں ہے حضرت سفینہ نے فرمایا کہ بنوزرقا جھوٹ بولتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو بدترین بادشاہوں میں سے ہیں اس باب میں حضرت عمر اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں یہ دونوں حضرات بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو خلیفہ مقرر نہیں کیا یہ حدیث حسن ہے اسے کئی راوی سعید بن جمہان سے نقل کرتے ہیں کہ ہم بھی اسے صرف راوی سعید بن جمہان سے نقل کرتے ہیں ہم بھی اسے صرف انہی کی روایت سے جانتے ہیں۔

اوروہ یہ ہے : **بَلْ هُمْ مُلُوكٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوكِ**

اس روایت کے متعلق محدث العصر البانی فرماتے ہیں:

زاد الترمذي: " قال سعيد: فقلت له: إن بنى أمية يزعمون أن الخلافة فيهم، قال : كذبوا بنو الزرقاء، بل هم ملوك من شر الملوك ". قلت: وهذه الزيادة تفرد بها حشرج بن نباتة عن سعيد بن جمهان، فهي ضعيفة لأن حشرجا هذا فيه ضعف، أورده الذهبي في " الضعفاء " وقال:" قال النسائي :ليس بالقوي ". وقال الحافظ في " التقريب ": " صدوق يهم ". قلت : وأما أصل الحديث فثابت.

امام ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ سعید نے عرض کیا بنو امیہ سمجھتے ہیں کہ خلافت انہی میں ہے حضرت سفینہ نے فرمایا کہ بنوزرقا جھوٹ بولتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو بدترین بادشاہوں میں سے ہیں ۔ میں (علامہ البانی) کہتا ہوں کہ اس زیادتی کو سعید بن جمھان سے نقل کرنے میں '' حشرج بن نباتة '' اکیلا ہے اس لئے **اس کی یہ زیادتی ضعیف ہے** کیونکہ حشرج میں ضعف ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ضعفاء میں نقل کر کے فرمایا کہ امام نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: یہ صدوق ہے اور وہم کا شکار ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ: اصل حدیث (مذکورہ زیادتی) کے بغیر ثابت ہے۔

(سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها 1/ 821)

یاد رہے کہ اس رد کو لکھنے کا مقصد یزید بن معاویہ کا دفاع نہیں بلکہ حق کا دفاع ہے جیسے اسد السنة شیخ عثمان الخميس حفظہ اللہ نے اپنی کتاب حقبة من التاريخ میں لکھا کہ:

" لم يكن ليزيد يد في قتل الحسين ولا نقول هذا دفاعاً عن يزيد ولكن دفاعاً عن الحق"

یزید کا قتل حسین میں ہاتھ نہیں تھا اور ہم یہ بات یزید کا دفاع کرتے ہوئے نہیں کہہ رہے بلکہ ہم حق کا دفاع کرنے کے لیے یہ بات کہتے ہیں۔

باقی یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہمارا موقف یہی ہے کہ ہم ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑتے ہیں اور اس کے بارے میں کلام نہیں کرتے۔ ہم نہ یزید سے محبت کرتے ہیں اور نہ سب و شتم کے قائل ہیں۔ نہ ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارا حشر یزید کے ساتھ کرے۔ بلکہ ہم یہ دعا کریں گے کہ اللہ ہمارا حشر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرے۔ آمین یارب العالمین

وما علینا الا البلاغ